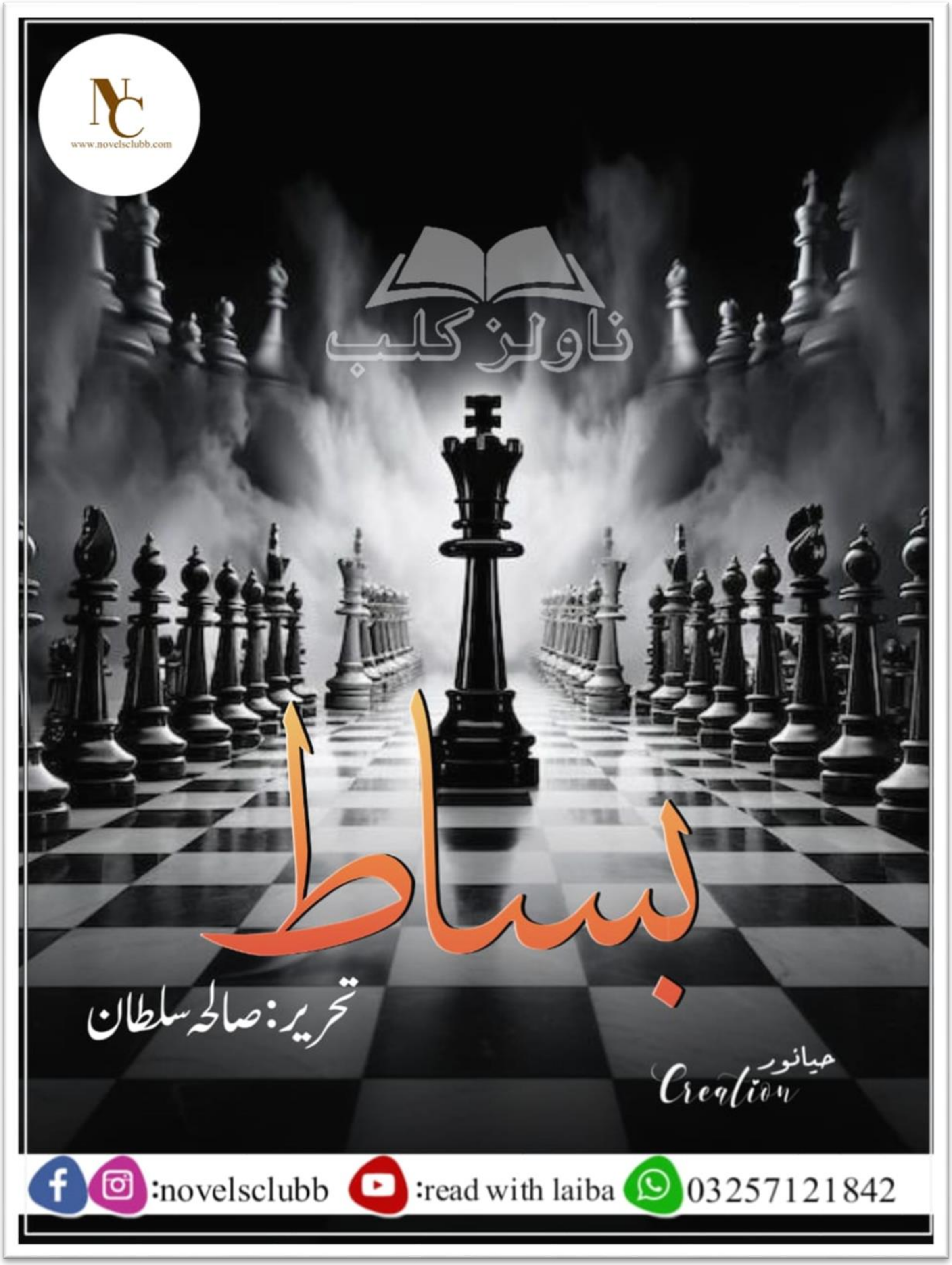
ناولز کلب
بساط
تحریر: صالحہ سلطان
حیانور
Creation
:novelsclubb
:read with laiba
03257121842

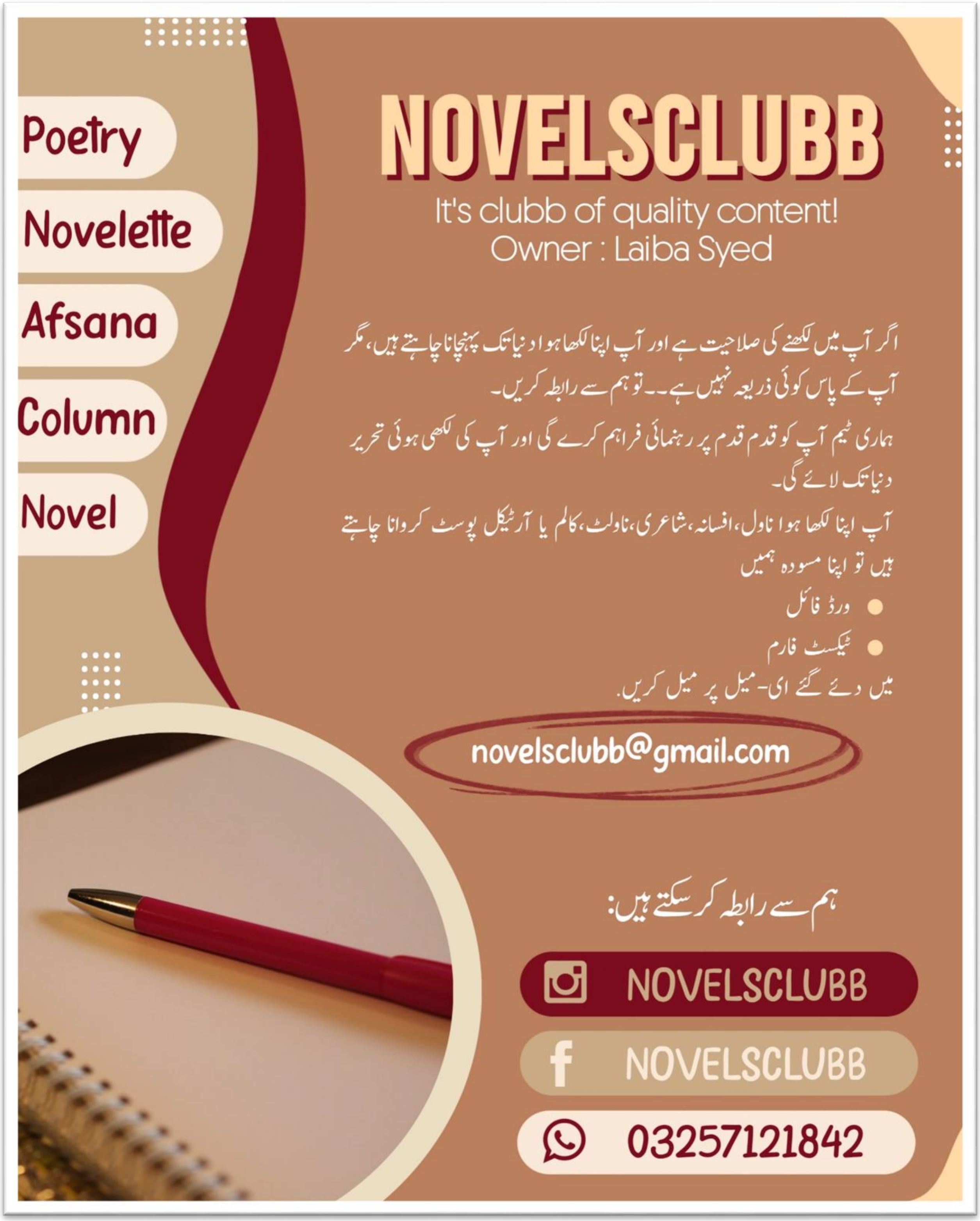
Poetry
Novelette
Afsana
Column
Novel
NOVELSCLUBB
It's clubb of quality content!
Owner : Laiba Syed
اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔
ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔
آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں
ورڈ فائل
ٹیکسٹ فارم
میں دیئے گئے ای-میل پر میل کریں.
novelsclubb@gmail.com
ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں:
NOVELSCLUBB
NOVELSCLUBB
03257121842

بساط

از قلم

صالحہ سلطان

www.novelsclubb.com

قسط نمبر:۴

"آپ سے ملنے کوئی آیا ہے۔وہ کہہ رہے ہیں کہ اپنی میم سے کہنا ان کے پاس کچھ ہے جو وہ آپ کو دینا چاہتے ہیں۔"

"کون ہے؟نام نہیں پوچھا تم نے؟"اس نے سرگوشی تو نہیں کی مگر مدھم آواز میں پوچھا۔

"میم جو انسان باہر بیٹھا ہے۔اس کا نام پوچھنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔کبیر مراد آئے ہیں۔"

اس کی سرگوشی اتنی بھی دھیمی نہیں تھی کہ موجودہ لوگوں کے کانوں تک نہ جاتی۔کچھ بے تاثر چہرے کے ساتھ بیٹھے رہے۔کچھ کے چہرے حیران ہوئے۔آج سے پہلے تو ایسا کوئی معجزہ اس کمپنی میں ہوا تھا۔مدیحہ نے ایک نگاہ سب پہ ڈالی۔کبیر کا نام سن کر وہ چونکی تھی۔مگر اپنے چہرے سے یہ ظاہر نہیں ہونے دیا۔

www.novelsclubb.com

"اس سے کہو میں فری نہیں ہوں۔ انتظار کرے۔" وہ سر ہلا کر چلی گئی۔ اس کے جاتے ہی میٹنگ شروع ہو گئی تھی۔ مدیحہ غائب دماغی سے سنتی رہی۔ کب میٹنگ ختم ہوئی۔ کب کمرہ خالی ہو گیا۔ اسے نہیں پتہ۔ وہ اسی طرح بیٹھی رہی۔

مزید ایک گھنٹہ کانفرنس روم میں بیٹھے رہنے کے بعد وہ بغیر کسی اطلاع کے وہاں سے چلی آئی۔

اُسے اپنی جاب پہ جانا تھا۔ ذہن ابھی تک الجھا ہوا تھا۔ آخری دفعہ وہ اس سے اس کے آفس میں ملی تھی۔ جولائی کے مہینے میں، اب اگست اپنے اختتام کو پہنچا ہوا تھا۔ اور تب مدیحہ نے فیصلہ لیا تھا کہ وہ اس کی شکل بھی نہیں دیکھے گی۔

جس روز وہ اس سے ملی تھی۔ اس کے اگلے ہی دن وہ مکمل طور پہ اس کے چینل کا اونر بن گیا تھا۔

تب سے اب تک نہ وہ کبھی اس بلڈنگ میں آیا نہ اس کا کوئی پیغام۔ آج ایسا کیا ہوا جو وہ اُس سے ملنے آ گیا؟

اسے جاننے کا تجسس تو بہت ہو رہا تھا لیکن وہ اپنی بے عزتی بھولی نہیں تھی۔ اس لیے کبیر کو ذہن سے جھٹک کر وہ کام میں مصروف ہو گئی۔ اگلے دو تین گھنٹے کب گزرے اسے محسوس نہ ہوا۔

اُس کا موبائل بجا۔

"جی بتائیں۔" دوسری طرف اس کی سیکرٹری تھی۔

www.novelsclubb.com

"میم آپ کب تک فری ہوں گی۔ کبیر مراد آپ کا پچھلے پانچ گھنٹے سے انتظار کر رہے ہیں۔"

"وہ اب تک وہیں ہے؟" مدیحہ نے حیرانی سے پوچھا۔

"یس میم۔" اسے بہت عجیب محسوس ہوا۔ کہیں کچھ تو غلط تھا۔

"میں نے انہیں بتایا ہوا ہے کہ آپ مصروف ہیں۔ آج کسی سے نہیں مل سکتی ہیں۔ مگر وہ کہہ رہے ہیں کہ آپ سے ملے بغیر وہ کہیں نہیں جا رہے۔ میں کیا کروں اب؟"

"میں آتی ہوں۔" اُس نے کال بند کی۔ وہ پاگل تو نہیں ہو گیا؟ جس آدمی کے پانچ منٹ کے لیے بڑے بڑے امراء، سیاستدان، بزنس مین کئی کئی دنوں تک انتظار کرتے ہیں۔ وہ پچھلے پانچ گھنٹوں سے اس کے لیے بیٹھا تھا کیوں؟ اس کا ذہن الجھ گیا۔

"اسے میری آفس میں بھیجو۔" اس نے ریسیپشن پہ رک کر کہا اور خود تیزی سے قدم اٹھاتی چلی گئی۔ اسے تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ دروازے پر ناک ہوا۔

"آجائیں۔" بلیک تھری پیس سوٹ میں ملبوس وہ فریش سا اندر داخل ہوا۔ اس کے پیچھے ہی نادر ہاتھ میں دو فائلوں کے ساتھ آیا۔ وہ مدیحہ کے سامنے کرسی گھسیٹ کر بیٹھا۔ البتہ نادر اس کے پیچھے مؤدب سا کھڑا رہا۔

www.novelsclubb.com

"اس دفعہ غلطی کردی ہے۔اگلی بار میں پردھان منتری صاحبہ سے ملنے کے لیے اپائنٹمنٹ لے کرآؤں گا۔"وہ مسکرایا۔گالوں میں پڑتے ڈمپل بھی مسکرائے۔

"ہاں ضرور کیوں نہیں۔اچھاخیال ہے۔"اس نے انٹر کام اٹھایا۔

"چائے یاکافی؟"

"دونوں میں سے کوئی بھی بس کپ کاسائز تھوڑابڑارہے۔اس سے پہلے جو چائے آپ کے اسٹاف سے مجھے ملی ہیں۔وہ مشکل سے دس ایم ایل بھی نہیں رہی ہوگی۔"مدیحہ نے تین کپ کافی کاآرڈر دے کرانٹر کام واپس رکھ دیا۔

"میری غیر موجودگی میں کیاکیاہونے لگاہے۔میں ہوتی تواتنابھی نہ کرنے دیتی مگر خیر۔"وہ پھر سے مسکرایا۔آج وہ اتناہنس کیوں رہاتھا؟

"اتنے تکلف کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔جس کام کے لیے آئے ہو۔اس کی بات کرو۔"وہ اس کے بار بار مسکرانے پہ بولی۔کبیر سرہلاکر تھوڑاآگے ہوا۔

"میں آپ کے ساتھ ایک ڈیل کرنے آیاہوں۔"مدیحہ نے بس سرہلایا۔پھر کبیر کے پیچھے کھڑے نادر کو بیٹھنے کااشارہ کیا۔وہ مسکرایاپھر نفی میں سرہلاکراپنے تاثرات سپاٹ کرلیے۔

www.novelsclubb.com

"آپ کی کمپنی مسلسل خسارے میں چل رہی ہے۔کوئی بھی دوسرا بزنس کرنے والا شخص آپ کے ساتھ کام کرنے پہ تیار نہیں۔شاید آپ کی کمپنی کی بری گڈول کی وجہ سے۔بینک نے آپ کو لون دینے سے انکار کر دیا ہے۔اور رہ گیا financial institution جو اطلاع مجھے ملی اس کے مطابق وہ آپ کی کال بھی نہیں اٹھا رہے ہے۔اس کمپنی کے چاروں طرف صرف قرضے ہی ہیں۔"اس نے ہاتھ اٹھا کر اسے روکا۔

"یہ سب میں جانتی ہوں۔تم کام کی بات پہ آؤ۔"

"بات بہت سیدھی سی ہے مدیحہ۔آپ نے اپنے فادر کی کمپنی واپس اپنے رشتے داروں سے لی ہے۔آپ دو چیزوں پہ فوکس کر رہی ہیں۔پہلی کہ آپ اپنے فادر کی کمپنی کو بند ہوتے ہوئے نہیں دیکھنا چاہتی ہیں۔اور دوسری آپ کے رشتے دار اس امید میں بیٹھے ہیں کہ کب مدیحہ فاروق اپنے منہ کے بل زمین پہ گرے، تو آپ ان کو غلط ثابت کرنا چاہتی ہیں۔اس کمپنی کو واپس اس جگہ پہ لے آکر جہاں وہ تھی۔یہ سچ ہے؟"وہ بہت نرمی سے بول رہا تھا۔

"ہاں یہ سچ ہے۔"اس نے سر اثبات میں ہلایا۔

"ہو سکتا ہے آپ کا لون اپروو کر دیا جائے۔مگر جہاں کہیں سے بھی آپ کو پیسے ملیں گے۔وہاں آپ کو گارنٹی اور انٹریسٹ دینا پڑے گا۔کوئی بہت قیمتی چیز گروی رکھنی ہو گی۔"

"ہاں یہ اس طرح ہی کام کرتا ہے۔" وہ جھنجھلا کر بولی۔ان کی کافی آ گئی تھی۔

"نادر بیٹھ کے کافی پیو یار یہ تمہارے ہی لیے ہے۔" وہ یوں آنکھ کان بند کیے کھڑا رہا جیسے نادر کسی اور کا نام ہو۔ کبیر نے ایک نظر اس پہ ڈالی پھر آنکھ سے اشارہ کیا۔ مگر وہ یوں ہی کھڑا رہا۔ مدیحہ نے کوفت سے اسے دیکھا۔ اسے اچھا نہیں لگ رہا تھا کہ وہ ایسے ہی کھڑا رہے۔اسے کچھ بہت عجیب لگا۔

"ہاں کیا کہہ رہے تھے تم؟"

"آپ کے پاس مجھے ایسا کوئی اثاثہ نہیں نظر آیا جسے گروی رکھا جا سکے۔ سوائے آپ کے گھر کے۔اگر میں کہوں مدیحہ فاروق کہ میں آپ کی کمپنی میں پیسے لگانے کے لیے تیار ہوں۔ جتنا آپ کہیں۔ بغیر کسی انٹریسٹ چارج اور گارنٹی کے تو؟" مدیحہ نے اسے سپاٹ نظروں سے دیکھا۔ وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"تم ایسا کیوں کرو گے؟ بلکہ کوئی بھی ایسا کیوں کرے گا؟ یہ کوئی چھوٹی رقم تو نہیں۔ تم مجھ پہ احسان کر رہے ہو؟"

"نہیں میں ایک بزنس ڈیل کر رہا ہوں۔" اس بار وہ چپ رہی۔ البتہ اس کے اعصاب تنے ہوئے تھے۔

www.novelsclubb.com

"کچھ کہیں گی نہیں؟"

"میں تمہارے لیکن کا انتظار کر رہی ہوں کبیر۔" وہ محظوظ سا مسکرایا۔ڈمپل پھر ابھرے۔

"میں ہر اس جگہ پیسہ لگانے کو تیار ہوں۔ جہاں آپ کہیں گی۔میں آپ کے اسٹاک کو نیچے سے اوپر کچھ ہی دنوں میں پہنچا سکتا ہوں۔میں آپ سے ایک روپیہ بھی نہیں لوں گا۔پرافٹ یا انٹریسٹ کا۔مراد زکوان چند روپیوں کی ضرورت بھی نہیں ہے۔" وہ مسکرا کر بولا۔مدیحہ نے اُف کہہ کر پہلو بدلا۔سیلف آبسیسڈ آدمی۔

"لیکن آپ کو اس کے بدلے میں میرا ایک کام کرنا ہوگا۔" مدیحہ پیچھے ہو کر بیٹھی۔انداز یوں تھا جیسے کہہ رہی ہو۔مجھے پتہ تھا۔

"اپنی اس دن کی باتوں کے بعد بھی تمہیں لگتا ہے۔میں یہ کام کرنے پہ تیار ہو جاؤں گی؟" اس نے آنکھیں چھوڑی کیں۔لہجہ چبھتا ہوا تھا۔

"میں اس دن کی بات پہ بہت شرمندگی محسوس کر رہا ہوں۔" وہ بہت آرام سے کافی کا گھونٹ بھرتے ہوئے بولا۔

"تمہارے انداز صاف بتا رہے ہیں تم کتنے شرمندہ ہو۔یہ صرف اس لیے کہہ رہے ہو تاکہ میں تمہارا کام کروں۔"

www.novelsclubb.com

"ہاں بالکل۔ میں آپ کے اس دھوکے کے بعد بھی آپ کو یہ کام دے رہا ہوں تو یقیناً بہت ضروری کام ہو گا۔" مسکراہٹ تو جیسے آج لبوں سے جدا ہی نہیں ہونا چاہ رہی تھی۔

"جب تمہیں میرے اوپر بھروسہ ہی نہیں ہے تو تم مجھ سے کیوں اپنا کام کروانا چاہتے ہو؟"

"کیونکہ میری عقل و شعور میں کیڑے پڑ گئے ہیں۔ آپ کا دھوکہ میں اب تک بھولا نہیں ہوں۔"

"تمہارے خیال میں باتیں چھپانا دھوکہ دینے کے مترادف ہوتا ہے؟" مدیحہ نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ کبیر کو کچھ بہت عجیب لگا۔

"آپ نے مجھے نادر والے معاملے میں ایک لفظ بھی نہیں بتایا۔"

"یہ میں نے تم سے ہی سیکھا ہے کبیر مراد۔ باتیں چھپانا دھوکہ دینے کے مترادف ہوتا ہے؟ پھر غلط بیانی، جھوٹ اور فریب کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟" اس نے اس کی بات کاٹ کر دہرایا۔ کبیر چپ ہو گیا پھر بے چینی سے پہلو بدلا۔ وہ کیا پوچھ رہی تھی اس سے؟ جس سوال سے وہ پچھلے دس سالوں سے بھاگتا ہوا آ رہا تھا۔ وہ آج اس سے اس کا جواب مانگ رہی تھی۔ کبیر کے حلق میں گلٹی ابھر کے معدوم ہوئی۔ وہ چند لمحے اسے دیکھتی رہی پھر سر جھٹک کر گلاس وال کے پار دیکھنے لگی۔ جیسے خود کو کمپوز کرنا چاہ رہی ہو۔

"اس فائل میں ساری ڈیٹیل موجود ہے۔اگر آپ مناسب سمجھیں تو اس میں لکھے ایڈریس پہ پہنچ جایئے گا۔کچھ ہے جو آپ کے لیے رکھا گیا ہے۔آپ وہ دیکھ کے اپنے فاصلے سے آگاہ کر دیجیئے گا۔باقی کی باتیں بعد میں طے کر لیں گے۔"اس نے نادر کو اشارہ کیا۔نادر نے فائل مدیحہ کے سامنے رکھی۔مدیحہ نے کچھ کہانہ فائل کو ہاتھ لگایا۔کبیر نے ایک آخری نگاہ اس پہ ڈالی۔مدیحہ رخ پھیر گئی۔وہ وہاں سے نکلتا چلا گیا۔

اس کے جاتے ہی مدیحہ نے سر اپنے ہاتھوں میں گرا لیا۔یہ اس نے کیا کر دیا۔جن باتوں کو وہ اتنے سالوں سے خود میں دفن کرتی آرہی تھی۔آج وہ کیسے پھسل گئیں۔وہ بھی اس آدمی کے سامنے۔اُف مدیحہ اُف۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

www.novelsclubb.com

حسن ولا میں ملازم اپنے روزمرہ کے کاموں میں مصروف تھے۔چائے کی دلفریب خوشبو سارے ڈرائینگ روم میں پھیلی تھی۔سادہ سے ڈرائیونگ روم کی نیلی دیواروں پہ سفید پردے گر رہے تھے۔اس وقت تقریباً سبھی وہاں موجود تھے۔ایک جانب صوفے پہ پرجوش سی نعیمہ ممانی بیٹھی تھیں اور ان کے ساتھ بیٹھا حمزہ کسی بات پہ ہنس رہا تھا۔دوسری طرف حسن ماموں، بڑی ممانی ایک ساتھ بیٹھے تھے۔ان کے عین سامنے سعد بیٹھا عالم ماموں کو اپنے موبائل میں

کچھ دکھا رہا تھا، جس پہ وہ بری طرح ہنس رہے تھے۔ وہ دونوں کوئی بات بھی کر رہے تھے مگر بہت مدھم آواز میں۔ ان کی آواز باقی لوگوں تک نہیں جا رہی تھی۔

نعیمہ ممانی کی کسی بات پہ ہنستے حمزہ نے غیر ارادی طور پر انہیں دیکھا اس کی ہنسی رک گئی۔ مشکل سے بھی یاد کرنے پر اسے یہ نہیں یاد آیا کہ عالم آخری بار اس کے ساتھ کب ہنسے تھے؟ حمزہ کی منگنی کا فنکشن کسی وجہ سے منسوخ کر دیا گیا تھا۔ جس کی اب تیاری ہو رہی تھی۔ حسن ولا کی یہ پہلی شادی تھی۔ ان میں سے کوئی بھی کسی قسم کی کوئی کمی نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔

"تم اپنے سسرال والوں سے ان کے مہمان کنفرم کر لینا۔ اور شاپنگ کے لیے تم کب فری ہو گے؟" حسن ماموں نے حمزہ کو مخاطب کیا تو وہ سیدھے ہو کر بیٹھا۔ آج سنڈے تھا تو اتفاق سے سب گھر پہ تھے۔

www.novelsclubb.com

"وہ مجھے لسٹ بھیج چکی ہے پاپا۔" وہ ماموں کو سعد کی ہی طرح پاپا کہتا تھا۔ اس نے کبھی انہیں تایا نہیں کہا۔

"تو ہمیں بھی دکھاؤ۔ بتایا کیوں نہیں تھا؟"

"ایک پریشانی ہے۔ مدیحہ کے چچا بشیر اس کے والد کے خاص دوست ہیں۔ وہ انہیں بھی انوائٹ کرنا چاہتے ہیں۔ اور میں نے اسے منع نہیں کیا۔"

"کیوں ؟" سعد نے چائے کا کپ اٹھاتے ہوئے اسے دیکھا۔ حمزہ نے آنکھیں بند کر کے کھولیں۔

"کیونکہ میں ان ساری باتوں کو شامل کر کے اپنے رشتے میں پرابلمز نہیں لا سکتا۔ انہیں انوائیٹ نہ کرنے کی وجہ بھی بتانی پڑتی۔" اس کی پیشانی پہ بل پڑے۔ باقی افراد یوں خاموش بیٹھے تھے جیسے موجود ہی نہ ہوں۔ نعیمہ ممانی نے بے اختیار ہی پہلو بدلا۔

"تمہارا دماغ درست ہے ؟ تم انہیں ایسے کیسے انوائیٹ کر سکتے ہو ؟ تم نہیں جانتے انہوں نے مدیحہ کے ساتھ کیا کیا تھا؟"

"مدیحہ کے ساتھ جو بھی ہوا ہو۔ یہ مدیحہ کا ذاتی مسئلہ ہے۔ تمہیں یا مجھے اس کے بارے میں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے یہ خیال پہلے کیوں نہیں آیا؟ بہر حال جو بھی معاملات رہے ہوں۔ وہ ہمارے رشتے داروں میں سے ایک ہیں۔ انہیں تو شادی میں ضرور شرکت کرنا چاہیے۔" حسن ماموں نے جیسے بات ختم کرنا چاہی۔ سعد نے کپ واپس رکھا۔ اس کا سخت موڈ خراب ہو رہا تھا۔

"میرے خیال سے سعد بالکل ٹھیک کہہ رہا ہے۔"

عالم ماموں نے حمزہ پہ نظریں جماتے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے پہ پھیکی سی مسکراہٹ آگئی۔ سعد اگر کہہ دیتا کہ حمزہ منگنی ہی نہ کرو تو عالم ماموں کو وہ بھی درست لگتا۔ کیونکہ وہ سعد کہتا۔ یہ فیصلہ

کرنا مشکل تھا کہ وہ اسے زیادہ ناپسند کرتے ہیں یا پھر سعد کو زیادہ پسند کرتے ہیں۔ آج ایک بار اور انہیں اس بات پہ افسوس ہو رہا ہو گا کہ سعد ان کا بیٹا کیوں نہیں ہے۔

"آپ لوگوں کو ہو کیا گیا ہے؟ اگر وہ آئیں گے تو مدیحہ کو پرابلم ہو سکتی ہے۔ آپ سب بھی جانتے ہیں کتنی مشکل سے اس نے دوبارہ ہمارے گھر میں قدم رکھنا شروع کیا ہے۔ ان کی موجودگی میں وہ کبھی نہیں آئے گی۔ وہ اسے ہمیشہ ٹارچر کرتے رہے ہیں۔ ممکن ہے کہ شادی کے فنکشنز میں بھی ایسا کریں۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ تمہاری فکر بھی بلاوجہ نہیں ہے لیکن میری مدیحہ سے بات ہو چکی ہے۔ اسے کوئی مسئلہ نہیں۔ مدیحہ people pleaser نہیں ہے۔ وہ کبھی بھی یہ بات مروت میں آکر نہیں کہے گی۔ اگر اس نے کہا ہے اسے مسئلہ نہیں تو اسے مسئلہ نہیں ہو گا۔ ان کے تعلقات ویسے بھی بہتر ہو چکے ہیں۔ آپ لوگ تاریخ طے کر کے مجھے بتا دیجیے گا۔ ابھی تو ہاسپٹل جانا ہے۔ خدا حافظ۔" وہ سعد کو جواب دے کر آخر میں سب سے کہتا لاپرواہی سے باہر چلا گیا۔

"خیر جو بھی ہو۔ میں مدیحہ سے بات کروں گا اگر وہ کمفرٹیبل نہیں ہو گی تو ہم انہیں انوائیٹ نہیں کریں گے پاپا۔" سعد ابھی تک مطمئن نہیں تھا۔ بڑی ممانی نے ایک نگاہ اس پہ ڈالی۔ سب کے چہرے پہ ناگواری نظر آ رہی تھی۔

"تمہیں بات کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔میں چاہتا ہوں وہ آئیں۔وہ اور مدیحہ ایک چھت کے نیچے کھڑے ہوں۔اگر اسی طرح ہم اسے بچاتے رہیں گے تو وہ کبھی موو آن نہیں کر سکے گی۔اس لیے حمزہ جو بھی کر رہا ہے۔ٹھیک کر رہا ہے۔اور یہ بات میں خاص تم سے کہہ رہا ہوں عالم۔"حسن ماموں نے آخر میں اپنا لہجہ سخت کرتے ہوئے عالم ماموں کی طرف دیکھا۔جو اسی لاپرواہی سے بیٹھے رہے۔سعد نے ایک نگاہ سب پہ ڈالی پھر اٹھ کھڑا ہوا۔اس کا دماغ ابھی گھوما ہوا تھا۔عالم ماموں افسوس سے جاتا دیکھتے رہے پھر خود بھی اٹھ کر اس کے پیچھے گئے۔

"وہ میرے ہاتھوں کسی دن بہت بری مار کھائے گا چچا۔سمجھالیں اسے۔ان لوگوں کو بلانے کا مطلب ہے کہ فرحان بھی یہاں آئے گا۔میں اس کی گھٹیا نگاہیں مدیحہ پہ برداشت نہیں کر سکتا۔"وہ اپنے کمرے میں کھڑکی کے سامنے کھڑا تھا۔اس کی پشت دروازے کی طرف تھی۔ قدموں کی آہٹ سن کر اس نے کہنا شروع کیا،وہ جانتا تھا اس کے پیچھے کون آسکتا ہے۔

"بھائی بہت فیور دیتے ہیں اسے۔وہ نہ ہوتے تو کچھ ہو سکتا تھا۔چھوڑو تم اسے بچہ ہے وہ۔"وہ اس کے ساتھ آکھڑے ہوئے۔سعد نے استہزاء سر جھٹکا۔

"بلالیں جسے بلانا چاہتے ہیں اگر اسے کسی نے ذہنی طور پر ٹارچر کیا۔اسے نقصان پہنچانے کی کوشش کی یا پھر اسے کچھ بھی ہوا تو میں ایک ایک کو دیکھ لوں گا۔مجھے وہ آدمی مدیحہ کے آس

www.novelsclubb.com

پاس نظر نہیں آنا چاہیے چچا ورنہ انڈیا میں بہت سے لوگ کسی دن بالکل اچانک غائب ہو جاتے ہیں پھر ان کا کوئی سرا ہاتھ نہیں لگتا۔ جہاں اتنے لوگ وہاں ایک اور سہی۔" اس کا ایک ایک لفظ غصے سے بھرپور تھا۔ عالم جانتے تھے وہ ایک دفعہ جو بات کہہ دے اسے پورا کر کے ہی رہتا ہے۔

"سرا واقعی ہاتھ نہیں لگتا بچے مگر کئی دن بعد کچھ گدھ ماس نوچتے ہوئے ضرور پائے جاتے ہیں۔" سعد مسکرایا۔ وہ بھی مسکرائے پھر دھیرے سے ہنس دیے۔ غیر انسانی آنکھیں، غیر انسانی تاثرات اور غیر انسانی ہنسی۔ سعد بس انہیں دیکھ کر رہ گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اس نے وہ فائل بغیر کھولے بیگ میں رکھ لی۔ کوئی اور وقت ہوتا تو وہ شاید اسے ڈسٹ بن میں پھینک دیتی۔ لیکن اس وقت وہ جس پریشانی میں تھی۔ وہ ایک دفعہ ضرور دیکھنا چاہ رہی تھی کہ کبیر مراد کو ایسا کون سا کام ہے۔ اگر وہ واقعی اپنی کام بات پہ قائم رہ کر اس کی مدد کرے گا تو وہ ضرور راضی ہو جائے گی اس کام کے لیے۔ اسے آج قاسم سے فصیح کے کیس کے سلسلے میں ملنا تھا۔ مدیحہ کے پاس ٹائم نہیں تھا تو اس نے فائل دیکھنے کا کام رات پہ ڈال دیا۔

جس وقت وہ گھر میں داخل ہوئی۔ شام اپنے پر پوری طرح سے دہلی شہر پہ پھیلائے ہوئے تھی۔ مدیحہ تھکی سی چال چلتے ہوئے لان میں آئی۔ آج چھوٹو نے پودوں کو پانی نہیں دیا تھا۔ اس

www.novelsclubb.com

نے سوچا پہلے پانی دیتے ہیں پھر اندر چلیں گے مگر پودے گیلے تھے۔ جیسے ابھی کسی نے پانی ڈالا ہو ان پہ۔ وہ تھوڑا سا حیران ہوئی۔ چھوٹو کی تو کلاسز ہوتی ہیں اس وقت۔

مدیحہ جوں ہی مڑی لاؤنج میں جاتے زینوں پہ جواد کھڑا تھا۔ کپڑوں پہ جا بجا شکنیں پڑی تھیں۔ آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے۔ اس کا حلیہ عجیب سا ہو رکھا تھا۔ مدیحہ کو دیکھ کر وہ حیران سا کھڑا تھا۔ جیسے امید نہ رہی ہو کہ وہ اس وقت چلی آئے گی۔

"میں اپنی ضروری چیزیں لینے آیا تھا۔ میں بس جا رہا ہوں۔" اس نے ڈھیر سارا تھوک نگل کر کہا۔ مدیحہ چپ چاپ دیکھتی رہی۔ اسے خاموش دیکھ کر وہ مزید بولا۔

"آپ کو نہیں پسند میں اس گھر میں رہوں تو میں چلا جاتا ہوں۔" مدیحہ نے ایک قدم اس کی جانب بڑھایا۔ جواد کو تکلیف ہوئی کیا وہ پھر سے اس پر ہاتھ اٹھانے والی تھی؟ اسی بہانے اگر اس کا غصّہ ٹھنڈا ہوتا ہے تو پھر ایسے ہی ٹھیک ہے۔ وہ تیار تھا دوبارہ سے اس کی مار کھانے کے لیے۔

"میں نے آپ کو بہت تکلیف دی ہے۔ میں اب اور آپ کو پریشان نہیں کرنا چاہتا۔" اب وہ سیڑھیاں اتر کر اس کے پاس آ رہا تھا۔ مدیحہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھا رہی تھی۔ اب وہ دونوں ایک دوسرے کے عین سامنے کھڑے تھے۔

"میں نے جو کیا وہ معافی کے قابل نہیں ہے مگر آپ مجھے معاف کر دیں مدیحہ۔ پلیز۔ میں نے غلط کیا۔ بہت غلط۔ میں آپ کو ہرٹ کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا تھا۔" وہ اس کے قریب گئی۔ چہرہ اب بھی سپاٹ تھا۔ "آپ مجھے بے شک اگھر سے نکال دیں مگر معاف کر دیں۔۔۔" اس کی بات ختم ہونے سے پہلے مدیحہ نے اس کے سر کو دونوں ہاتھوں سے تھاما۔ وہ اس سے لمبا تھا۔ مدیحہ پنجوں کے بل کھڑی ہوئی پھر اس کی پیشانی چومی۔ وہ ششدر رہ گیا۔

ساری کثافتیں دھل گئیں۔ سارے الفاظ دم توڑ گئے۔ بالکل دھیرے سے مدیحہ اس کے سینے سے لگی۔ جواد کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ وہ خاموش تھی اور جواد کو لگا وہ اب کبھی بول نہیں سکے گا۔

"میں تم سے بہت پیار کرتی ہوں۔ تم نہیں رہو گے تو پھر میرے پاس کیا رہ جائے گا؟ ہر خاندان میں چھوٹے بڑے جھگڑے ہوتے رہتے ہیں۔ اس کو ختم کیا جاتا ہے۔ گھر نہیں چھوڑا کرتے۔"

جواد نے اس کے گرد بازو لپیٹے۔ پھر آئی ایم سوری مدیحہ کہتا رہا اور بے آواز آنسو بہاتا رہا۔

"جواد ہے تو زندگی ہے ورنہ میں کب کا مر کھپ گئی ہوتی۔"

"میں آپ کے ساتھ بہت غلط کر جاتا ہوں۔" مدیحہ نے نفی میں سر ہلایا۔ "تمہیں مدیحہ کا قتل بھی معاف ہے جواد فاروق۔" جواد نے اس کی پیشانی چومی۔

www.novelsclubb.com

اگلے ہی لمحے مدیحہ کچن میں رکھے اسٹول پہ بیٹھی تھی۔ جواد پاستا ابال رہا تھا۔ چھوٹو کٹنگ بورڈ پہ سبزیاں کاٹ رہا تھا۔ وہ تینوں باتیں کرتے قہقہے لگا رہے تھے۔ اتنے دنوں کی خاموشی بالآخر ٹوٹ گئی تھی۔ کسی بات پہ ہنستے ہوئے مدیحہ نے ان دونوں پہ نگاہ ڈالی پھر اس نے آنکھ کا کونا صاف کیا۔ اب اس کا گھر مکمل تھا۔ اس کا خاندان مکمل تھا۔ وہ بابا سے کیے وعدے کو پورا کر رہی تھی اور ہمیشہ کرے گی۔

کھانے سے فارغ ہو کر جواد اپنے کمرے میں چلا آیا تھا۔ مدیحہ تھوڑی دیر کے توقف کے بعد اس کے پیچھے گئی۔ وہ واش بیسن کا نل کھولے ان سارے سفید پیکٹ کی شے کو بہا رہا تھا جو اسے ہوش و حواس سے بیگانہ کر دیتے تھے۔ مدیحہ کو دیکھ وہ دھیرے سے مسکرایا۔

"کھڑی کیوں ہیں اندر آجائیں۔"

"اندر تو آ ہی چکی ہوں۔" وہ واشروم کے دروازے سے ٹیک لگا کر کھڑی ہو گئی۔

"پوچھیں گی نہیں کچھ؟"

"نہیں۔"

"میں بھی جواب نہیں دے سکوں گا۔" وہ بہت دھیرے سے بولا۔ مدیحہ نے غور سے اسے دیکھا۔ سفید جینز پر آسمانی رنگ کی ٹی شرٹ پہنے وہ ہمیشہ کی طرح بہت معصوم لگ رہا تھا۔ ماتھے

پہ بھورے بال بکھرے تھے۔آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے اب بہت واضح ہو گئے تھے۔وہ پہلے سے بہت کمزور ہو گیا تھا۔صاف شفاف چہرے پہ ڈھیروں دانے لیے وہ مدیحہ کو بہت پیارا لگا۔

"کب سے عادت لگی؟"

"تین مہینے ہو گئے۔آپ کب سے جانتی ہیں؟"وہ اب اپنا ہاتھ دھو رہا تھا۔مدیحہ ہنس دی۔یعنی اسے پتہ تھا کہ وہ جانتی ہے۔

"تین مہینوں سے۔"

"منع کیوں نہیں کیا؟روکا کیوں نہیں؟"وہ دھیرے سے بولا۔یوں جیسے سرگوشی کی ہو۔

"تم بیس سال کے ہو جواد۔مجھے تمہیں یہ بتانے کی ضرورت ہے کہ یہ غلط ہے؟تمہیں نہیں معلوم تھا کہ یہ بالکل غلط کام ہے؟"

"معلوم تھا۔"اس نے اعتراف کیا۔

"بس پھر اس لیے ہی نہیں روکا اگر تمہیں نہیں معلوم ہوتا کہ یہ غلط کام ہے تو میں روکتی سمجھاتی دو چار تھپڑ بھی لگا دیتی۔"جواد چند لمحے لب کاٹتے ہوئے اسے دیکھتا رہا۔

"میں اب ان سب چیزوں کو ہاتھ نہیں لگاؤں گا مدیحہ۔بس وعدہ کریں مجھے ڈس اون نہیں کریں گی کبھی۔"وہ اپنی ہتھیلی پھیلائے کھڑا تھا۔لہجے میں ڈھیر سارا خوف لیے وہ اسے منتظر

نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ بالکل کسی معصوم بچے کی طرح۔ مدیحہ نے مسکرا کر اس کی ہتھیلی پہ اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ اس کا نشہ ابھی پختہ نہیں ہوا تھا کہ اسے چھوڑنا ناممکن ہو جاتا مگر اسے مشکل ضرور لگ رہا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

شہر تھا ممبئی۔

سیاہ آسمان پہ ڈھیر سارے ستارے بکھرے ہوئے تھے۔ چاند اپنے پورے آب و تاب سے چمک رہا تھا۔ شاید آج پورے چاند کی رات تھی۔ سمندر کو چھو کر اٹھتی ٹھنڈی فضائیں رگوں میں دوڑتے خون کو سکون بخش رہی تھیں۔ ایسے میں سمندر کے قریب قطار در قطار بنے مہنگے ترین ریستوران میں سے ایک ریستوران کے اندر جاؤ تو ایک میز کے گرد رکھی کرسیوں میں سے ایک کرسی پہ کبیر مراد گرے کوٹ 'پینٹ پہ سفید شرٹ پہنے بیٹھا تھا۔ بال ہمیشہ کی طرح پیشانی پہ نہیں بکھرے تھے۔ آج اس نے انہیں جیل کی مدد سے سیٹ کر رکھا تھا۔

میز پہ ڈھیر سارے لوازمات سجائے گئے تھے۔ مانو ایک پوری بارات نے کھانا کھانا ہو۔ اس کے عین سامنے ایک کرسی پہ ہانیہ بیٹھی ہوئی تھی۔ ہلکے فیروزی رنگ کے شلوار قمیض میں ملبوس

اس نے دوپٹہ دائیں جانب کندھے پہ ڈال رکھا تھا۔سیاہ ریشمی بالوں کو درمیان سے مانگ نکال کر کھلا چھوڑا ہوا تھا۔

"تمہاری ملاقات ہوئی ایان سے ؟"اس نے مچھلی کا ٹکڑا اپنے منہ میں رکھتے ہوئے پوچھا۔کبیر نے نفی میں سر ہلایا۔

"میں خاص طور پہ اس سے ملنے نہیں آیا۔میری ایک اہم میٹنگ تھی۔جسے میں اٹینڈ نہیں کر سکا تھا۔مدیحہ کی وجہ سے۔میں اس کے ساتھ ہاسپٹل میں تھا تو آ نہیں سکا۔اب اسے نپٹانے کے بعد ہی مل سکوں گا۔تمہارے سر کے تاج سے۔"اس نے نوالہ چباتے ہوئے جواب دیا۔ہانیہ بس اسے گھور کے رہ گئی۔

"جس وقت تمہارا رشتہ اس کے ساتھ ہو رہا تھا اگر میں اس وقت ہوتا تو سر ہی اڑا دیتا۔نہ سر رہتا۔نہ ایسا سر تاج ملتا۔" پتہ نہیں کیوں مگر ہانیہ ہنس دی۔

"چار دنوں کے لیے آئے ہو تو گھر چلو ناں ہمارے ساتھ رہو۔بچے بھی خوش ہو جائیں گے۔"

"ضرور ساتھ چلتا لیکن تمہارے میاں کو دیکھ کر مجھے کوئی یاد آ جاتا ہے۔مجھے اس میں کسی کا عکس نظر آتا ہے۔وہ جس کا نام میں اپنی زبان پہ نہیں لانا چاہتا تو سوچو اس کے جیسی خصلت والے

www.novelsclubb.com

آدمی کے ساتھ میں چار دن کیسے بتا سکتا ہوں؟" وہ دھیرے سے ہنسا۔ بال سرک کر ماتھے پہ گرے۔ ہانیہ نے بحث کرنا ضروری نہیں سمجھا۔ کون سا اس نے مان جانا تھا۔

"بچے تمہیں یاد کرتے ہیں۔"

"میں بھی کرتا ہوں۔"

"پھر گھر چلو۔"

"نہیں جاؤں گا۔" ڈھیٹ ہو تو کبیر جیسا۔ ہانیہ اپنا سر پکڑ کر رہ گئی۔

"اس دن تم نے مجھے رابیل سے بات کرنے کے لیے کیوں کہا تھا؟" اسے اچانک یاد آیا۔

"وہ ایک ضدی عورت ہے۔ تم منع کرتی تو وہ جب تک تم سے اپنی بات نہیں کہہ لیتی تمہارے پیچھے آتی رہتی۔ اس لیے ضروری تھا کہ تم اس کی باتیں سن لیتی۔ میں نہیں چاہتا وہ تمہارے یا ممی کے پیچھے آئے۔" وہ تقریباً اپنا کھانا ختم کر چکا تھا۔ ہانیہ نے ہاتھ میں پکڑا کانٹا پلیٹ میں واپس رکھا۔

"اس نے ایک ایسی دماغ خراب کر دینے والی بات کہی ہے۔ میرا بس نہیں چل رہا تھا میں اس کی جان لے لوں۔" وہ آنکھیں گھما کر بولی تو کبیر زیر لب مسکرایا۔

"کیا کہہ دیا؟"

"She thinks we had an affair In the past"

"میں نے اکثر ہی اس کے سامنے کہا ہے کہ میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں۔ تمہارے لیے جو بن پڑا وہ کروں گا۔ اور وہ اس بات کو غلط طریقے سے سوچتی ہے۔ اکثر ہی لوگ ایسا سمجھتے ہیں۔ اگر ایک دوسرے سے ایک مرد اور عورت اپنی محبت کا اظہار کریں تو لوگ سمجھتے ہیں کہ افئیر ہے۔ حالانکہ وہ بھائی بہن بھی ہو سکتے ہیں۔ پھوپھو بھتیجے بھی ہو سکتے ہیں۔ کچھ بھی ہو سکتے ہیں۔ لوگوں کی سوچ بہت عجیب ہو گئی ہے۔ یہ خناس دماغ میں بھر چکا ہے کہ محبت کا اظہار ایک رومانٹک چیز ہے۔" اس نے رک کر پانی پیا۔ پھر کانٹے سے مچھلی کا ٹکڑا پھنسایا۔

"لوگوں نے محبت کے اظہار کو بس اب ایک نظر سے دیکھنا شروع کر دیا ہے۔ بہت ہی کوئی رومانٹک چیز ہو چکی ہے یہ۔ محبت کا اظہار اپنے آپ میں ایک حوصلہ ہے۔ سکون ہے۔ ایک یقین دہانی ہے۔ اگر ایک باپ اپنے بیٹے سے یہ کہہ دے تو اس بیٹے کے دل سے پوچھو ایک آئی لو یو کی قیمت۔ وہ بیٹا جو سالوں سال کبھی اپنے باپ کے سینے سے نہیں لگ پاتا اس کے لیے یہ اظہار محبت کتنا قیمتی ہوتا ہے۔ ایک بھائی اگر اپنی بہن سے اپنی محبت کا اظہار کرے تو اس بہن کے دل میں اترنے والے سکون کا اندازہ کسی کو نہیں۔ وہ سکون جو یہ بتاتا ہے کہ زندگی میں کچھ بھی ہو جائے میرا بھائی میرے ساتھ کھڑا رہے گا۔" وہ کھانا چھوڑ کر اس کی بات سننے لگی۔ کبیر اس

طرح کی باتیں کسی سے نہیں کرتا تھا۔ہمیشہ گنے چنے الفاظ میں اپنی بات ختم کر کے چپ ہو جایا کرتا تھا۔

"ایک بیوی اگر اپنے شوہر سے اپنی محبت کا اظہار کرے تو اس شوہر کا وہ سارا بوجھ ہلکا ہونے لگتا ہے۔وہ بوجھ جو اس کندھوں پہ ذمہ داریوں کا ہوتا ہے۔محبت کے اظہار میں کوئی مسئلہ نہیں۔نہ ہی اس میں مسئلہ ہے کہ آپ وہ اظہار کر کس سے رہے ہیں۔مسئلہ صرف یہاں ہے۔"اس نے ہانیہ کی پیشانی کی طرف اشارہ کیا پھر مسکرایا۔

"کسی فٹ پاتھ، پارک یا کسی بھی پبلک پلیس میں ایک لڑکی اگر کسی لڑکا کا ہاتھ پکڑ کر کھڑی ہو تو اسے بھی ایک نگاہ سے دیکھا جاتا ہے کہ وہ اس کا بوائے فرینڈ ہو گا۔کچھ اچھے لوگ بھی ہوتے ہیں۔وہ سمجھتے ہیں کہ منگیتر ہو گا یا پھر شوہر۔کوئی یہ نہیں سوچتا کہ وہ اس کا بھائی بھی ہو سکتا ہے۔بھتیجا یا بھانجا بھی۔وہ اس لیے نہیں سوچتے کیونکہ انہوں نے ہاتھ پکڑنے کو بھی ایک رومانس سمجھ لیا ہے۔اپنے محرم رشتوں کا پبلک میں ہاتھ پکڑنا غلط نہیں ہے۔بس ہمارے سماج کی سوچ غلط ہے۔"اس نے ہانیہ کے پلیٹ میں کباب رکھے۔وہ بالکل ٹھیک کہہ رہا تھا۔وہ خود بھی تو یہی سوچتی ہے۔

www.novelsclubb.com

"میں اس کو فکس کر دوں گا۔ وہ اب تمہارے راستے میں نہیں آئے گی۔" ہانیہ نے بس سر ہلایا۔

ان کا کھانا تقریباً ختم ہو چکا تھا۔

"تم اسے مکمل طور پہ چھٹکارا کیوں نہیں حاصل کر لیتے؟ ہر روز وہ تمہیں اذیت دینے کے لیے حاضر ہو جاتی ہے۔" وہ دونوں اب ریستوران سے نکل کر روڈ پہ چل رہے تھے۔

"اذیت جیسا تو کوئی سین نہیں ہے مگر ہاں وہ اکثر ہی غلط جگہ حاضر ہو جاتی ہے۔" اسے اڈوانی کی پارٹی اور مدیحہ کا اسے رابیل کے ساتھ دیکھنا یاد آیا۔ "میں کئی سال پہلے اسے چھوڑ چکا ہوں۔"

"تم نے ایان سے اپنی علیحدگی کے بارے میں کیا سوچا؟ میرے پاس کچھ پلانز تھے اس لیے پوچھ رہا ہوں۔ انڈیا میں ہی رہو گی یا کسی اور ملک موو کر جاؤ گی؟" اس کا سوال بالکل اچانک تھا۔ ایک لمحے کے لیے ہانیہ رک گئی۔

"میں نے اس بارے میں بہت سوچا اور میں خود میں اتنی ہمت نہیں محسوس کر پا رہی جو میں اس سے طلاق لے کر کسی دوسری شادی کے بارے میں سوچوں۔ میرے بچوں کی زندگی تباہ ہو جائے گی۔ انہیں اپنے باپ کی ضرورت ہے۔ وہ میرے ساتھ چاہے جیسا بھی ہو۔ اپنے بچوں کے ساتھ وہ بہت اچھا ہے۔ وہ ان کی قدر کرتا ہے۔ بچے اس سے بہت محبت کرتے ہیں۔ میرے

www.novelsclubb.com

لیے اتنا کافی ہے۔"اس نے بہت اطمینان سے جواب دیا۔کبیر جبراً مسکرایا۔وہ سمندر کی طرف چل رہے تھے۔

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو ہانیہ۔میں غلط تھا۔میں نے غلط بات کہہ دی تھی اور میں اس پہ شرمندہ ہوں۔میں تمہیں ایک قید سے نکال کر دوسری قید میں ڈالنا چاہ رہا تھا۔میں نے بہت سوچا اور اب میں فیصلہ تمہارے ہاتھ میں دینا چاہتا ہوں۔حالانکہ فیصلے کا اختیار پہلے بھی تمہیں ہی تھا۔"

وہ ریت پہ چل رہے تھے۔کبیر نے جیبوں میں ہاتھ ڈال رکھے تھے۔ہانیہ اس کے ساتھ قدم ملا رہی تھی۔

"لیکن میں ایک بات تمہیں کہنا چاہتا ہوں کہ تم ایک ناشکری عورت ہو۔اللہ نے تمہیں عقل دی۔ہاتھ پاؤں سب سلامت ہیں تمہارے۔ایک اچھی تعلیم ہے تمہارے پاس۔شادی سے پہلے تم ایک بہترین pediatrician ہوا کرتی تھی۔تم کس بات کا رونا روتی ہو کہ ایان نے طلاق دے دی تو بچوں کا کیا ہو گا؟ تم اپنے دو بچوں کی ذمہ داری اکیلے نہیں اٹھا سکتی ہانیہ مراد؟ یہ باتیں ان عورتوں پہ بھی اچھی نہیں لگتیں جس کے پاس کوئی تعلیم نہ ہو۔رہنے کے لیے چھت نہ میسر ہو۔تمہارے پاس کیا کچھ نہیں ہے؟"وہ رک گیا۔رک تو ہانیہ بھی گئی تھی۔کبیر نے اس کا دایاں ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔

www.novelsclubb.com

"تمہارے پاس ایک اچھی تعلیم ہے۔اپنا ذاتی مکان ہے۔زندگی گزارنے کے لیے دو پیارے بچے ہیں۔کس چیز کی کمی ہے جو تمہیں ایان جیسے آدمی کے ساتھ کی ضرورت ہے؟میری یہ بات غلط تھی کہ تم طلاق لے کر دوسری شادی کر لو، مجھے تم سے یہ نہیں کہنا چاہیے تھا کہ تم دوسری شادی کر لو۔ایان سے طلاق لینے والی بات پہ میں آج بھی ویسے ہی ڈٹا ہوں۔لیکن میں تم سے یہ بات اب نہیں کہوں گا۔میں اس وقت کا انتظار کروں گا۔جب تمہیں احساس ہو گا کہ تمہارا اس سے اپنا راستہ الگ کرنا اتنا ضروری کیوں تھا؟تم خواتین نے اپنے آپ کو حد سے زیادہ نازک بنا لیا ہے۔تمہیں لگتا ہے کہ زندگی میں اگر کسی کا سہارا نہ ملا تو فٹ پاتھ پر کھڑی ہو کر بھیک مانگنے لگو گی۔"ہانیہ نے خفگی سے اسے دیکھا۔وہ ٹھیک ٹھاک ناگواری سے گھور رہا تھا۔

"زندگی میں کسی پارٹنر کا ہونا غلط ہے؟میں اگر کسی کا ساتھ چاہتی ہوں۔محبت چاہتی ہوں تو یہ غلط ہے؟"

"بالکل نہیں۔زندگی میں پارٹنر کا ہونا کسی حد تک ضروری ہوتا ہے۔محبت کی طلب کرنا بھی غلط نہیں۔مگر محبت حاصل کرنے لیے لات جوتے کھانا غلط ہے۔ایک ٹاکسک پارٹنر کے ایکسٹرا افئیر زدیکھ کر بھی اندھا گونگا ہو جانا غلط ہے۔"وہ چپ ہو گئی۔اسے کس نے حق دیا تھا کہ کسی کے بھی منہ پہ اتنا زیادہ سچ بول دے؟

"میں ایک بار کوشش کرنا چاہتی ہوں۔ میں جلد بازی نہیں کرنا چاہتی۔ میں اس امید میں نہیں ہوں کہ وہ بدل جائے گا۔ میں بس اسے اور اپنے رشتے کو تھوڑا وقت اور دینا چاہتی ہوں۔ وہ میرے بچوں کا ایک اچھا باپ ہے۔ میں اپنے بچوں کے لیے یہ کرنا چاہتی ہوں۔"

"میں تم سے کوئی بحث نہیں کرنا چاہتا۔ تم نے اسے کتنی دفعہ معاف نہیں کیا؟ اس کی ہر باتوں کو نظرانداز کرتی گئی تم۔ یہاں تک کہ اس کی بیوفائی بھی معاف کر دی۔ سب کچھ معاف کر دینا ہانیہ لیکن عزت پہ بات آجائے تو خاموش مت رہنا۔ جب تک تم نبھانا چاہتی ہو۔ نبھاؤ۔ جب تمھیں لگے کہ تمہاری ہمت ختم ہو گئی ہے تو گھر آجانا۔ بھائی ہے ناں۔ ہمارے گھر کے دروازے ہمیشہ تمہارے لیے کھلے رہیں گے۔ ہمارے گھر کا مطلب میرا، تمہارا اور ممی کا گھر۔" وہ آخر میں مسکرا کر بولا۔ ہانیہ نم آنکھوں سے اسے دیکھتی رہی پھر دھیرے سے اس کے سینے سے آلگی۔

"تم بہت اچھے ہو کبیر۔ بہت زیادہ اچھے۔ میرے حالات کو سمجھنے کی کوشش کرو میرے بھائی۔ ہاں مگر جس دن مجھے لگا کہ اب میں مزید اس کے ساتھ گزارا نہیں کیا جا سکتا تو میں ضرور تمہارے کہے پہ عمل کروں گی۔" کبیر نے اسے خود سے الگ کیا۔ اس کے آنسو صاف کیے۔ وہ اب اس سے دوسری بات کر رہا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

یہاں سے دور دہلی واپس آؤ تو ایک شاندار سے ریستوران میں ارجیت سنگھ کے گانے بج رہے تھے۔ماحول اس سے پہلے بجتے ہنی سنگھ کے گانے پہ کافی خوشگوار سا تھا مگر اب سبھی کے دلوں پہ لگے زخم تازہ ہو گئے تھے۔

یہ ریستوران نہ زیادہ بڑا تھا نہ چھوٹا۔اس کے اندرونی حصے میں ایک بار تھا اور باہر کئی کرسیاں اور میز بچھی تھیں۔درمیان میں بچھی کرسیوں پہ سے ایک کرسی پہ وہ بیٹھی تھی۔سیاہ بیگی جینز پہ سفید گول گلے کی ٹی شرٹ پہنے۔بالوں میں کرلز ڈال کر کھولا ہوا تھا۔اس نے اپنی سیاہ لیدر کی جیکٹ کرسی پہ ٹانگی ہوئی تھی۔ٹی شرٹ اس کی تھی مگر جینز اس نے جواد کی پہنی ہوئی تھی۔ٹی شرٹ کی چھوٹی آستینوں سے اس کے ملائم اور دودھیا بازو جھلک رہے تھے۔آس پاس سے اٹھتی کھانوں کی دلفریب خوشبو نے اس کی بھوک جگادی تھی۔

www.novelsclubb.com

اس کے سامنے کرسی پہ سیاہ جینز شرٹ پہ بھوری لیدر کی جیکٹ پہنے قاسم بیٹھا مسلسل آس پاس نظریں گھمارہا تھا۔نہ تو ابھی ان کا آرڈر آیا تھا اور نہ ہی مدیحہ اس مدعے پہ آئی تھی۔جس کے لیے وہ یہاں بیٹھے تھے۔انتظار سے اس کا دماغ پہلے ہی خراب ہورہا تھا اور اب ارجیت سنگھ کے بجتے گانوں نے دل کا بھی موسم خراب کر دیا تھا۔

"تم نے مجھے سسپینس میں ڈال کر اچھا نہیں کیا۔ اگر کوئی دل جلانے والی بات نہ کہتی تو میں شاید اتنے ناسٹلجیا ماحول کو انجوائے کر رہا ہوتا۔" وہ چابی میز پہ بجاتے ہوئے گویا ہوا۔ مدیحہ نے اس کی جانب دیکھا۔

"جیسے گانے بج رہے ہیں۔ وہ کونے میں بیٹھا لڑکا بس ابھی رو دے گا۔ اور تم انجوائے کر رہے ہو؟" قاسم کندھے اچکا گیا۔

"میں یو کے جا رہا ہوں۔ کچھ دن تک جاؤں گا کام کے سلسلے میں۔ سوچا تم کو بتا دوں۔" اس نے لاپرواہی چابی گول گول گھماتے ہوئے اطلاع دی۔

"تمہارے پاسپورٹ میں تو کوئی دقت تھی نا؟ ابھی کل ہی تو تم نے اسے فکس کرنے کے لیے دیا ہے۔ وہ تو کہہ رہے تھے مہینہ لگ جائے گا اسے ٹھیک ہونے میں، پھر تم کیسے جا رہے ہو؟" وہ مشکوک انداز میں اس کو دیکھ رہی تھی۔

"ہاں تو مہینہ ہی لگے گا۔ میں بنا ویزا اور پاسپورٹ کے جا رہا ہوں۔" ماشاءاللہ کس بے نیازی سے کہا گیا۔ حیرت کے مارے اس کا تھوڑا سا منہ کھل گیا۔

www.novelsclubb.com

"بنا ویزا اور پاسپورٹ کے تم ایک ہی انٹرنیشنل ٹرپ افورڈ کر سکتے ہو۔نیپال کی ٹرپ۔یو کے تم بنا ویزا اور پاسپورٹ کے کیسے جاؤ گے؟تاروں کے نیچے سے؟بجرنگی بھائی جان کی طرح؟"وہ اسی بے نیازی سے بیٹھا رہا۔

"میں نے کب کہا انٹرنیشنل ٹرپ ہے؟یونائٹڈ کنگڈم نہیں جا رہا۔یہی اپنا اترا کھنڈ۔"چند لمحے وہ اسے دیکھتی رہی۔پھر ہنسنے لگی۔وہ بھی دھیرے سے مسکرایا۔

"میں نے جس کام کے لیے تمہیں بلایا ہے۔اس کی بات کرتے ہیں۔"اس نے سنجیدگی سے کہا پھر اپنا وہی بیگ اٹھایا جسے وہ پچھلے تین سالوں سے استعمال کر رہی تھی۔لاکھوں کی مالیت کا یہ بیگ اسے تحفے میں ملا تھا۔تھوڑی دیر کھنگالنے کے بعد اس نے ایک فائل میز پہ اس کے سامنے رکھی۔قاسم نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا تاکہ وہ فائل اٹھا سکے۔مدیحہ نے اس کے ہاتھ پہ چپت لگا کر اسے روکا۔

"اب میں تم سے جو بھی سوال کروں۔تم ان کا سیدھا سیدھا اور بالکل صحیح جواب دو گے۔"قاسم نے اوہ کہہ کر اپنی جیکٹ جھٹکی۔

"تم کسی فصیح نام کے آدمی کو جانتے ہو؟"

"ہاں میں دو تین فصیح نامی آدمی کو جانتا ہوں۔ تم کس کے متعلق جاننا چاہتی ہو؟"ان کا آرڈر آ گیا تھا۔ مدیحہ نے فائل ہٹائی۔

"فصیح الرحمٰن۔ جو وکیل ہوا کرتا تھا۔ اسے جانتے ہو تم؟" قاسم چونکا۔

"وہ فصیح؟ ہاں ہم کالج میں ملے تھے۔ میری اب تو زیادہ نہیں مگر کبیر کی اس سے بہت دوستی ہے۔ غالباً تمہارے والد صاحب کا کچھ لگتا تھا وہ۔ ہم نے اچھا وقت ساتھ گزارا۔ میری ٹریننگ شروع ہو گئی تو ملنا جلنا کم ہو گیا تھا۔ پھر اس دھیرے دھیرے بالکل بند۔ مجھے نہیں معلوم وہ کہاں ہے۔ کبیر جانتا ہو گا۔" اس نے کورین ڈش اپنی پلیٹ میں نکالتے ہوئے بتایا۔ مدیحہ نے ابھی تک کھانے کو ہاتھ نہیں لگایا تھا۔ وہ اس کے تاثرات دیکھ رہی تھی۔

"میں کبیر اور اس کے تعلقات کے بارے میں نہیں پوچھ رہی ہوں۔ تم مجھے اپنا بتاؤ۔ کس نوعیت کی دوستی تھی تمہاری؟ کبھی اس کے لیے مار دھاڑ کی؟ کسی کو پیٹا؟"

ہاں بہت دفعہ۔ ایک بار اس کی کچھ لڑکوں سے لڑائی ہو گئی۔ اکیلے مار کھا کے آ گیا۔ ہم میں سے کسی کو نہیں بتایا۔ ایک نمبر کا ممی ڈیڈی ٹائپ لڑکا تھا وہ۔ جب ہمیں پتہ چلا تو پہلے ہم نے رحمان کو مارا پھر ان لڑکوں کو۔" اس نے رک کر وضاحت کی۔ "ہم سب فصیح کو رحمان کہتے تھے۔ بلکہ

اسے تو بہت مارا تھا۔اچھے دوست تھے ہم۔"اس نے ہنس کر بتایا۔آنکھوں کی چمک بتا رہی تھی۔وہ ماضی میں کھو گیا ہے۔

"یعنی تم اس کے لیے لڑے تھے۔اگر آج تمہیں لڑنا پڑ جائے فصیح کے لیے تو تم لڑو گے ؟"کچھ تھا اس کے لہجے میں سو قاسم کا نوالہ چباتا ہوا منہ رکا۔مدیحہ اپنے سینے پہ ہاتھ لپیٹے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔کچھ تو گڑبڑ تھی۔مدیحہ اس طرح کے سوالات نہیں کیا کرتی تھی۔

"ہاں۔ہمارے درمیان ہماری جاب کو لے کر کچھ اختلافات تھے۔وہ مجھ سے تھوڑا ناراض ہے۔مگر مجھے اس کے لیے لڑنا پڑا تو میں لڑوں گا۔اپنی پوری طاقت سے۔"وہ ٹھوس لہجے میں بولا۔مدیحہ نے ایک گہری سانس لے کر کھانا شروع کیا۔

"کوئی بات ہے مدیحہ ؟"

"کھانے کے بعد بتاؤں گی۔تم بھی شروع کرو۔"اس نے اسپاگیٹی کھاتے ہوئے کہا۔قاسم کو پتہ نہیں کیوں تھوڑی دیر پہلے والا ذائقہ نہیں محسوس ہوا۔وہ بے دلی سے کھاتا رہا پھر کھانے سے ہاتھ روک دیا۔

"تم دونوں آخری بار کب ملے تھے ؟"کھانا تقریباً ختم ہو چکا تھا۔اس نے ٹشو سے اپنا ہاتھ صاف کیا۔

"ملے ہوئے ہمیں دو سال ہو گئے ہیں۔ ہاں آخری دفعہ میں نے اسے ڈیڑھ سال پہلے کال کی تھی۔ بغیر اس کی بات سنے اسے گالیاں دے کر میں نے کال بند کر دی تھی۔" مدیحہ نے ابرو اٹھائے جیسے پوچھ رہی ہو کیوں؟

"ہماری جاب۔ ایک کریمنل تھا نہایت مشکل سے وہ پولیس کی پکڑ میں آیا تھا۔ میں کسی طور پہ بھی اس کو ہاتھ سے نہیں نکل جانے دے سکتا تھا۔ فصیح میرے لاکھ منع کرنے پر بھی اس کا کیس لڑا اور اسے رہا کروا دیا۔ مجھے اسی بات پہ غصّہ تھا۔ میں نے اسے باتیں سنائیں۔ گالیاں بھی دیں۔ پلٹ کر اسے کال نہیں کیا کبھی۔ میں تو چلو ناراض تھا۔ فصیح تو مجھ سے بات کر سکتا تھا ناں؟ شاید ہمارے درمیان ہماری انا آ گئی ہے۔ تم اس کے بارے میں کیوں پوچھ رہی ہو؟" جو سچ تھا وہ اسے بتاتا گیا۔ مدیحہ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ بس اس کی آنکھوں میں دیکھتی رہی۔ یہاں تک کہ مدیحہ فاروق کی آنکھوں میں نمی چمکنے لگی۔ قاسم کو کہیں کچھ بہت غلط لگا۔

"وہ تم لوگوں سے کبھی نہیں بتاتا تھا کہ لوگوں نے اسے مارا ہے۔ میں وجہ نہیں جانتی۔ تم جانتے ہو۔ ہر بار تم پہلے اس سے لڑ کر پھر اس کے لیے لڑنے جاتے تھے۔ اس بار بھی اسے کسی نے مارا ہے۔ اس بار بھی اس نے کسی سے نہیں بتایا۔ اس بار اسے اتنا مارا گیا قاسم کہ وہ اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ اس بار بھی اس نے تم لوگوں کو نہیں بتایا۔ کیا اس بار بھی تم اس سے لڑ کر اس

www.novelsclubb.com

کے لیے لڑنے آؤ گے قاسم؟" قاسم کا ذہن یہ بات پراسیس نہیں کر پایا۔ایک لمحے کے لیے وقت رک گیا۔ قاسم مرزا کی سانسیں رک گئیں۔آس پاس کا شور رک گیا۔بس نہ رکی تو قاسم کی دھڑکنیں اور مدیحہ فاروق کی بات۔

"میں اس کے لیے کبھی نہیں لڑی۔میں ہمیشہ اس سے لڑتی تھی۔ کبھی ایسا موقع نہیں آیا کہ مجھے کبھی اس کے لیے کسی سے لڑنا پڑتا۔آج میں بغیر اس سے لڑے اس کے لیے لڑ رہی ہوں۔ کیا تم اس کے لیے لڑنے آؤ گے قاسم؟" وہ اس کی آنکھوں میں جھانکتی کہے جا رہی تھی۔ قاسم نے سانس لینے کی کوشش کی۔

"بد گمانی، ناراضگی اور اختلاف ایک دوست اور اس کی دوستی سے زیادہ اہم ہوتے ہیں؟ تمہارے دوست کو اتنی بری موت مارا گیا۔اس کی قبر کی مٹی خشک ہو گئی۔اس کا جسم اسی مٹی میں مل گیا اور تمہیں تمہاری بد گمانی، تمہاری انا عزیز رہی۔اپنی اس بد گمانی اور انا کی دیوار پھلانگ کر تم کے لیے لڑنے آؤ گے قاسم؟" وہ کچھ کہنا چاہ رہا تھا۔ مگر ناکام رہا۔وہ کچھ کہہ نہیں سکا۔

"جس کیس کے چلتے تم نے اس سے اپنا رابطہ ختم کیا۔اس کا بھی پتہ کر لیا میں نے۔وہ آدمی جسے فصیح نے بچایا وہ مجرم نہیں تھا۔اسے مجرم بنا کے پیش کیا گیا تھا۔تاکہ پولیس کا دھیان اصل مجرم سے ہٹ جائے۔ تم ایک بے گناہ کی جان لینا چاہ رہے تھے۔اس نے تمہیں یہ گناہ کرنے سے بچا

www.novelsclubb.com

لیا مگر وہ اپنی دوستی نہ بچا سکا۔ تم اسی دوستی کی خاطر اس کے لیے لڑنے آؤ گے قاسم؟" قاسم دھاڑیں مار کر رونا چاہتا تھا۔ گلے میں گلٹی ابھر کے معدوم ہوئی۔ وہ ایک پینتیس سال کا مرد تھا۔ اسے اپنے احساس اپنے خزبات قابو کرنا آتا تھا۔ آنکھوں میں نمی آئی تو مدیحہ کا چہرہ دھندلا گیا۔

"تم نے اس کی بات کیوں نہیں سنی؟ ایک بار سن لیتے۔ وہ تمہارا دوست تھا۔ کم از کم اس کی تو سن لیتے۔ تم سن سکتے تھے مگر تم نے نہیں سنی۔" قاسم نے زور سے اپنا ہاتھ میز پہ مارا۔

"بس کردو۔ آگے کچھ مت بولنا۔ تم صرف اپنی کہے جاتی ہو مدیحہ۔ اگلے انسان کے احساسات جاننے کی کوشش نہیں کرتی۔ یہ جاننے کی کوشش نہیں کرتی کہ وہ تمہاری بات سننا بھی چاہتا ہے یا نہیں؟"

وہ دبے دبے غصے سے بولا۔ اپنے اندر کی سیاہی کسی اور کے منہ سے جاننا تکلیف دہ عمل ہوتا ہے۔ آس پاس ٹیبل پہ بیٹھے لوگوں نے مڑ مڑ کر انہیں دیکھا۔ ایک غصے سے دہاڑتا ہوا مرد اور خاموش آنسو بہاتی ہوئی عورت۔ نظارہ دلچسپ تھا۔ وہ دونوں ہر چیز سے بے نیاز ایک دوسرے کی آنکھوں میں دیکھے جا رہے تھے۔

"تم نے جھوٹ کہا کہ وہ پلٹ کر تمہارے پاس نہیں آیا تھا۔ وہ آیا تھا۔ تم نے اسے دھتکار دیا۔ تم نے اس کی انا پہ اپنا پاؤں رکھا۔ ہر دفعہ تم تینوں کے درمیان جھگڑے ہوتے وہ ہر دفعہ صلح کرنے

سب سے پہلے آتا تھا۔ بہت مارا ان لوگوں نے اسے بہت مارا۔ تمہارے دوست کو تمہاری ضرورت تھی۔ مگر تم سارے دروازے بند کر چکے تھے قاسم۔ کیا تم اس کے لیے لڑنے....."

"میں اس کے لیے لڑوں گا۔ ضرور لڑوں گا۔ مگر ہر دفعہ میں پہلے اس سے لڑتا تھا۔ آج میں کیسے گریبان پکڑوں اس کا؟" وہ اس کی بات کاٹ کر بولا۔ آواز بہت مدھم تھی۔ مدیحہ نے اپنا سر میز پہ رکھ لیا۔ وہ رو رہی تھی۔ وہ فصیح کی موت پہ اب تک نہیں روئی تھی۔ وہ بہت رو رہی تھی۔ قاسم نے دو اذیتیں اپنے دل پہ محسوس کی۔ فصیح کا دنیا سے چلے جانا زیادہ تکلیف دہ تھا یا مدیحہ کا اس طرح رونا؟ وہ فیصلہ نہیں کر سکا۔ بس آنکھیں بند کیے اس کی گھٹی گھٹی سی سسکیاں سنتا رہا۔ کئی لمحے وہ یوں ہی روتی رہی اور وہ اسے سنتا رہا۔ قاسم کو سمجھ نہیں آیا وہ کیا کہے کیسے ری ایکٹ کرے۔ اس نے اطراف میں نگاہ ڈالی۔ وہ دونوں موضوع محفل بنے ہوئے تھے۔ اس نے مدیحہ کے ہاتھ پہ اپنا ہاتھ رکھا۔ مدیحہ نے اپنے گیلے گال کو صاف کیا۔

وہ پے منٹ کر کے اب اپنی کار میں بیٹھے تھے۔ مدیحہ کے پاس اب تک جتنی انفارمیشن تھی وہ سب اسے بتا رہی تھی۔ وہ ایک ایک پوائنٹ دیکھتا جا رہا تھا۔ کچھ بھی ایسا نہیں تھا جس سے وہ کسی کا گریبان پکڑ سکتے۔

"کبیر کو اس بارے میں پتہ ہے؟" وہ اچانک ہی اس سے بولا۔ مدیحہ نے اپنی متورم آنکھوں سے اسے گھورا۔ پھر ایک دم ہی وہ رک گئی۔

"مدیحہ کبیر اس بارے میں کچھ جانتا ہے؟" قاسم نے دہرایا۔

"مجھے نہیں معلوم۔ تم جانو یہ بات اس نے کبھی تم سے اس کا ذکر نہیں کیا؟ تمہارے اور اس کے حالات ٹھیک نہیں تھے۔ کبیر اور فصیح کے درمیان تو سب ٹھیک تھا ناں پھر اسے حیرت نہیں ہوئی ہو گی کہ وہ اس سے ملا کیوں نہیں؟ اسے کالز کیوں نہیں کرتا؟" قاسم نے تائیدی انداز میں سر ہلایا۔ وہ بھی بالکل یہی سوچ رہا تھا۔ ان دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

"اس کا مطلب اس نے تم سے چھپایا۔ مگر کیوں؟ یاد کرنے کی کوشش کرو کوئی ہنٹ، کوئی بات جو اس نے کہی ہو اس کے متعلق۔" قاسم بالکل خاموش ہو گیا۔ اس نے سختی سے اپنے جبڑے بھینچ لیے۔

"یہ کبیر سے مل کر ہی پتہ لگ سکتا ہے۔" مدیحہ اسے چند لمحے دیکھتی رہی۔ اس نے گاڑی اسٹارٹ کی اور ایک سنسان سی جگہ پہ روکی۔ یہاں لوگوں کا ہجوم نہیں تھا۔ یہاں شور نہیں تھا۔

"ہمیں پتہ بھی نہیں چلا اور ہم نے اپنے جان سے عزیز دوست کو کھو دیا۔ کیا بدگمانیوں میں اتنی طاقت ہوتی ہے کہ وہ موت کی خبر کو بھی نگل جائیں؟ میری انا جیت گئی اور میں اپنی دوستی ہار

گیا۔ میرا اتنا بھی پتھر دل نہیں تھا۔ کاش دس سال پہلے وہ سب کچھ نہ ہوا ہوتا۔ کاش ہم سب ایک ہوتے۔" وہ بولا تو اس کی آواز شکست خوردہ تھی۔ مدیحہ نے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھا۔ قاسم کا ضبط اب جواب دینے لگا تھا۔ بالکل دھیرے سے ایک آنسو پھسل کر اس کے گال پہ بہہ گیا۔

اس نے دل کڑا کیا۔ خود کو مظبوط رکھنا بہت ضروری تھا۔ اس کے ساتھ بیٹھی عورت اس کے چہرے کے ہر رنگ کو دیکھتی رہی۔

"میں ایک دوست ہونے کی حیثیت سے ایک مشورہ دوں گا۔ تم کبیر کے ساتھ اپنے معاملات ٹھیک کر لو مدیحہ۔" وہ طنزیہ ہنسی ہنس دی۔ قاسم نے کچھ نہیں کہا۔

"یہ بات تم اسے جا کر کیوں نہیں سمجھاتے؟ تمہارے دل پہ ابھی تازہ تازہ چوٹ لگی ہے قاسم جس کی وجہ سے تم مجھے یہ مشورہ دے رہے ہو۔ مجھے اگر اس سے اپنے معاملات ٹھیک کرنے ہوتے تو میں پہلے ہی کر لیتی۔ لیکن میں نہیں کروں گی۔ میں اپنی زندگی میں شامل لوگوں کے پیچھے اپنے ایفرٹس لگا لگا کر تھک گئی ہوں۔ اس لیے تم مجھے مت سمجھاؤ۔ تم میرا گریبان مت پکڑو۔ اس کا پکڑو اور پوچھو کیا مدیحہ فاروق اس قابل تھی کہ اس کی ناقدری کی جائے؟" جو

www.novelsclubb.com

بھڑاس دس سالوں سے تھی وہ آج نکل رہی تھی۔ قاسم نے کچھ کہنا چاہا مدیحہ نے ہاتھ اٹھا کر اسے روک دیا۔

"بس اب مزید حمایت نہیں کروگے تم اس کی۔ میرا بہت بڑا نقصان ہوا ہے قاسم۔ میری زندگی میں سب سے پہلے آنے والا آدمی کبیر تھا۔ میں نے اسے اپنا دوست، خاندان، محافظ سب مانا۔ میں نے تم لوگوں سے صرف دوستی نہیں کی تھی۔ میں نے تم لوگوں کو اپنے دل سے جوڑ لیا تھا۔ اور تم سب نے اس کا فائدہ اٹھایا۔ تم سب نے میری حیثیت دو کوڑی کی کر دی۔" وہ تیز تیز بول رہی تھی۔ اس کا تنفس پھولا ہوا تھا۔

"وہ میری زندگی میں آیا ہزاروں جھوٹ میں گھرا ہوا۔ ہزار فلٹر لپیٹے ہوئے۔ اسے لگتا تھا مدیحہ بیوقوف ہے اسے اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم۔ میں سب جانتی تھی۔ اس کی حیثیت، اس کا خاندان مجھے سب معلوم تھا اس کے بارے میں۔ لیکن میں نے کبھی اسے احساس نہیں ہونے دیا کہ میں اسے جانتی ہوں۔ میں نے اس کا بھرم ٹوٹنے نہیں دیا۔ میں نے ہمیشہ اس کے فلٹر کا مان رکھا۔ وہ یہ بات فراموش کر کے آیا تھا کہ دوستوں کے درمیان فلٹرز نہیں ہوتے۔ جھوٹ نہیں ہوتے۔ مگر میں نے سب نظرانداز کیا۔ اور اس نے کیا کیا میرے ساتھ؟" وہ اس سے سوال نہیں پوچھ رہی تھی۔ وہ اسے جتا رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

نرم ریت پہ چلتے ہوئے ان دونوں نے اپنے جوتے اتارے ہوئے تھے۔ وہ ننگے پاؤں چل رہے تھے۔ سمندر کی لہریں ان کے پاؤں کے چھو کر گزر رہی تھی۔ چاندنی میں نہایا ہوا سمندر اسے بہت بھلا معلوم ہو رہا تھا۔

وہ ہانیہ کے سوال پہ خاموشی سے چل رہا تھا جیسے جواب دینے کے لیے ہمت جٹا رہا ہو۔ اس نے گہری سانس لی۔ آج اس کا فیصلہ ہو ہی جانا چاہیے تھا۔

"میں نے کبھی اس کے ساتھ انصاف نہیں کیا۔ میں شروع سے ایک جھوٹ فریب میں گھرا ہوا تھا۔ حالانکہ میں جانتا تھا وہ سب جانتی ہے۔ اس کے بعد بھی میں نے کبھی اپنا فلٹر نہیں ہٹایا۔ ہمیشہ غلط بیانی کی اس کے سامنے۔ وہ ہمیشہ میرا بھرم رکھتی آئی ہے۔ وہ آج بھی میرا بھرم رکھے ہوئے ہے۔ میں کبھی کبھی خود کو اس کا قرضدار سمجھتا ہوں۔ میں مدیحہ فاروق کی قدر نہیں کر سکا۔" اس کے لہجے میں سالوں کی تھکن تھی۔ افسوس تھا۔ رنج تھا۔ وہ چاہ کر بھی ان وقتوں کو واپس نہیں لا سکتا تھا۔ ماضی کی یادیں بری طرح دل دکھانے لگی تھیں۔

"وہ میرے ساتھ مخلص تھی۔ وہ ہر قدم پہ میرے ساتھ کھڑی رہتی تھی۔ مصیبت آجانے پہ بھی اس کے قدم نہیں ڈگمگاتے تھے۔ وہ ہماری دوستی کا سب سے مضبوط ستون تھی اور ہم نے

مل کر اس مضبوط ستون کو توڑ دیا۔ گرا دیا۔ صرف میں ہی نہیں سب اس کے گناہ گار ہیں۔ یہ غنیمت نہیں تو اور کیا ہے کہ اس نے گزرے ماہ و سال کا حساب نہیں مانگا۔" ہانیہ بالکل شل سی سن رہی تھی۔ اسے اس لڑکی پہ ترس آیا۔

"جو دس سال پہلے ہوا وہ کافی تھا اسے سنگدل بنانے کے لیے۔ میں نے جو اس کے ساتھ کیا وہ قابل معافی نہیں۔ میں اس کے ساتھ اس کے برے وقت میں نہیں تھا۔ اسے جب ضرورت تھی۔ تب میں نہیں تھا اس کے پاس۔ جب میں مشکل وقت میں اس کا ساتھ نہیں نبھا سکا پھر اس کے اچھے وقتوں میں کیسے اس کے پاس جا سکتا ہوں؟ میں نے جو کیا وہ۔۔۔" آسمان پہ چمکتے ستاروں نے اس کی بات حفظ کی۔

یہاں سے کئی میل دور بیٹھی مدیحہ فاروق نے قاسم کی آنکھوں میں اپنی گلابی متورم آنکھیں گاڑیں۔

"میں نے اس کے ساتھ وفا نبھائی۔ اس کے ہر کہے پہ عمل کیا۔ اس لیے نہیں کہ میں اس کی پرستش کرتی تھی۔ اس لیے کہ وہ میرا دوست تھا۔ وہ مشکلات میں مجھے آواز دیتا یا نہ دیتا میں بھاگی چلی جاتی تھی اس کے پاس۔ اس لیے کہ وہ میرا دوست تھا۔ میں اس کے پاس بغیر بلائے گئی

اور وہ میرے بلانے پہ بھی نہیں آیا۔" وہ رو نہیں رہی تھی مگر اس کی آواز زکام زدہ تھی۔ قاسم سانس روکے اسے سنے گیا۔

"میرا گھر جب اس آگ میں جل رہا تھا۔ جب ساری چیزیں بڑی بڑی لپٹوں کی زد میں تھیں۔ میں نے تب اسے بلایا۔ وہ نہیں آیا۔ میرے بھائی کو گولی لگی۔ میں نے تب اسے بلایا وہ نہیں آیا۔ میرے باپ کا ایکسیڈنٹ ہوا۔ وہ تب بھی نہیں آیا۔ یہاں تک کہ میرا باپ مر گیا۔ میرا باپ بے موت مر گیا اور وہ نہیں آیا۔ میں اسے کال کرتی یہ تین الفاظ کہتی 'لوٹ آؤ کبیر' وہ سنتا اور لائن کٹ جاتی۔ میں نے اتنی دعائیں سب ٹھیک ہونے کی نہیں مانگی جتنا میں نے اس کے لوٹ آنے کی مانگی تھی۔" وہ سانس لینے کو رکی۔ دل کا کرب بڑھ رہا تھا۔ دس سالوں کی اذیت تھی۔ چند جملوں میں کیسے ختم ہو سکتی تھی؟

"مجھے سب سے زیادہ حیرت بابا پہ ہے۔ آخری دم تک وہ یہی کہتے رہے۔ 'کبیر کو کچھ مت کہنا۔ وہ آجائے تو اسے قصوروار نہ ٹھہرانا۔ اس سے کوئی جواب مت مانگنا۔' ان کا گھر بکھر گیا۔ ان کے بچے یتیم ہونے کے در پہ تھے اور انہیں بس فکر کبیر کی تھی۔ ایسا کیا تھا اس میں جو انہیں کبھی بدگمان نہ کر سکا۔ اس کے آجانے سے کیا ہو جاتا؟ میرا جھلستا ہوا گھر ٹھیک ہو جاتا؟ میرے باپ کے ساتھ وہ سب نہ ہوتا؟ وہ زندہ ہو جاتے؟ کچھ نہیں ٹھیک ہوتا مگر میں ٹھیک رہتی۔ میں

باہمت رہتی۔ میری زندگی کا سب سے مضبوط ستون کبیر مراد تھا۔اس کے جانے سے میں بکھر گئی۔ مجھ سے کچھ سنبھالا نہیں گیا۔ میں نے سب اپنے ہاتھوں سے کھودیا۔"

وہ اپنے ہاتھوں کو دیکھتی رو رہی تھی۔ قاسم نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔اس عورت کو روتے ہوئے دیکھنا دنیا کا سب سے مشکل کام تھا۔وہ حکم چلاتی ہوئی اچھی لگتی تھی۔ غصہ کرتی ہوئی اچھی لگتی تھی۔جو سب سے زیادہ مضبوط ہوں انہیں روتے ہوئے دیکھنا ایک عذاب نہیں تو کیا ہے؟

"میں نے کب کہا تھا کہ وہ میرے گھٹنے سے لگ کر بیٹھ جاتا؟ مگر کم از کم وہ آتو جاتا وہ یہ تو کہتا کہ مدیحہ سب نے تمہیں چھوڑ دیا مگر میں تمہارے ساتھ ہوں۔نہ آتا ایک کال ہی کر دیتا۔دوست تو وہ ہوتا ہے ناں جو زندگی کے نشیب وفراز میں آپ کا سایہ بن کر چلے۔وہ خود کو میرا اپنا کہتا تھا، میرا دوست کہتا تھا تو وہ ایک دوست بن کیوں نہیں سکا قاسم؟آج وہ اتنے سالوں کے بعد لوٹ آیا ہے۔ مجھ سے کہتا ہے کہ میرے اشارے پہ ناچنے والا بندر نہیں ہے۔"وہ رکی پھر ہنسنے لگی۔ بے بسی بھری ہنسی۔دل کا کرب بڑھاتی ہوئی ہنسی۔

"میں سب کے اشاروں پر چلتی رہی ہوں۔ میرے ساتھ زیادتی ہوئی ہے۔آج وہ سمجھتا ہے اپنا آپ منوالے گا۔وہ میرے برے وقت میں میرے ساتھ نہیں تھا۔میرے اس وقت میں

میرے ساتھ نہیں تھا جب مجھے صرف اس کی ضرورت تھی۔اب مجھے وہ اپنے اچھے وقت میں بھی نہیں چاہیے۔"

"تم نے کبھی اس کے طرف کی کہانی جاننے کی کوشش نہیں کی۔دوستی میں اتنا تو حق بنتا ہے کہ اس کی بات بھی سنی جائے۔" قاسم نے اسے سمجھانا چاہا مگر وہ ڈھیٹ بنی اپنی کہتی رہی۔

"میں نے صرف اس سے دوستی نہیں کی تھی۔میں نے اسے اپنا خاندان بنایا تھا۔دوست صرف دوست نہیں ہوتے۔وہ ہمارا خاندان ہوتے ہیں۔سہارا ہوتے ہیں۔ہماری زندگی کا سب سے مضبوط ستون۔وہ ایک blessing ہوتے ہیں۔تم سب میرا خاندان تھے۔میرا مظبوط سہارا۔اور تم سب نے مل کر مجھے دھوکہ دیا۔ہمیشہ اندھیرے میں رکھا۔تم سب مجرم ہو میرے۔"اس کی آنکھیں بدلی ہوئی تھیں۔قاسم کے دل کو کچھ ہوا۔ستاروں نے یہ بھی خود میں محفوظ کر لیا۔

"ہو رہی ہے ناں حیرت کہ میں نے تمہیں اس میں کیوں شامل کیا۔کیونکہ تم نے بھی اپنے فلٹرز کبھی نہیں ہٹائے۔میں نے پھر بھی تمہارا بھرم رکھا۔میں اپنی زندگی میں شامل مردوں کے بھرم رکھتے ہوئے تنگ آگئی ہوں۔میرے بابا جن سے میں بہت محبت کرتی ہوں۔انہوں نے بھی مجھ سے باتیں چھپائیں۔اپنے آخری وقتوں میں انہوں نے مجھے ان رازوں کے واقف

www.novelsclubb.com

کروایا جو میری زندگی کا عذاب بن کے میرے گلے سے لپٹ گئے۔ان کی پینتالیس سال کی زندگی میں کیا وہ چند باتیں ہی تھیں جو انہوں نے مجھ سے چھپائیں؟ نہیں قاسم بہت سی باتیں تھیں اور میں آج تک ان باتوں کا بھرم رکھتی آرہی ہوں۔"اس نے اپنے گال رگڑے۔

"میرا بھائی جو میرے بچوں کی طرح ہے۔اسے لگتا ہے کہ وہ مجھے بیوقوف بنا سکتا ہے۔کیا میں نے اس کی دراز میں موجود ایم ڈی ایم اے ڈر گز نہیں دیکھے؟ کیا میں نے اسے نشے کی حالت میں گھر میں آتے جاتے نہیں دیکھا؟ لیکن میں نے اس کا بھی بھرم رکھا۔تم قاسم..... تم جانتے تھے فصیح سے کتنی کلوز تھی میں، تم نے کبھی ذکر نہیں کیا کہ تم دونوں دوست تھے۔اسے تو خیر سرے سے معلوم ہی نہیں کہ میں تمہیں اس حد تک جانتی ہوں۔تم اور کبیر بچپن کے دوست ہو۔بیسٹ فرینڈ۔یہ بھی کبھی تم نے مجھے نہیں بتایا اگر مجھے یہ اپنے طور پہ معلوم نہ ہوتا تو شاید زندگی بھر میں لاعلم رہتی۔" قاسم نے اپنی نظریں چرائیں۔

"میں ہمیشہ تم سب پہ اعتبار کر لیتی ہوں۔ہر بار تم سب مجھے دھوکہ ہی دیتے ہو۔"

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ستارے اب یہاں سے بہت دور ممبئی کے پر سکون سے سمندر کے پاس کھڑے دو نفوس کو سننے لگے تھے۔کہانی کا دوسرا اور اہم پہلو۔

www.novelsclubb.com

"میں نے کبھی اس پہ اعتبار نہیں کیا۔ مجھے اس پہ اعتبار کرنا چاہیے تھا۔ مدیحہ نے میرا بھاری نقصان کیا تھا۔ جس کے بعد میں وہاں ایک لمحہ بھی نہیں رکنا چاہتا تھا۔ اپنی اسی جلد بازی میں مجھ سے کئی غلطیاں ہو گئیں۔ مجھے اسے اعتماد میں لے کر سب سچ کہہ دینا چاہیے تھا۔ وہ بہت سمجھدار تھی۔ وہ مجھے ضرور سمجھتی۔ میں نے اس پہ اعتبار نہ کر کے غلطی کر دی۔" اس کا دل خالی ہو گیا تھا۔ وہ اس عورت کی تکلیف کا ذکر کر رہا تھا جس نے ہمیشہ اس کے زخموں پہ مرہم رکھا تھا۔

"تم نے اس دن کہا کہ اس نے اپنے فلٹر لگا لیا ہے۔ یہ اس کا فلٹر نہیں ہے۔ مدیحہ کچھ بھی ہو سکتی ہے۔ فیک نہیں ہو سکتی۔ یہ اس کا کور نہیں جو اس نے خود پہ چڑھا لیا ہے۔ یہ اس کی حقیقت ہے۔ یہ تلخ مزاجی، چڑچڑاہٹ یہ سب اس کا اصل بن چکے ہیں۔ اس کا غم غصّہ، تلخی اور کڑواہٹ میں بدل چکا ہے۔ غموں کو وقت رہتے دل سے نہ نکالا جائے تو وہ اسی طرح ناسور بن جاتے ہیں۔ مدیحہ کے پاس کوئی ایسا شخص نہیں تھا جس سے وہ اپنا دل ہلکا کرتی۔ اکیلے ہی سب سہتے اندر ہی اندر وہ مر گئی ہے۔" بولتے ہوئے اچانک ہی وہ خاموش ہو گیا۔ اس سے زیادہ اس کے پاس کہنے کے لیے کچھ نہیں تھا۔ اپنی غلطی کا اعتراف کرنا اتنا آسان نہ تھا۔ ہانیہ نے زیادہ کریدا نہیں۔

"تم اسے منا کیوں نہیں لیتے؟"

"منالیتا اگر ناراض ہوتی۔ ناراض نہیں بیزار ہے وہ۔ مجھ سے۔ خود سے۔ ساری کائنات سے۔"

"راز رشتوں کے دشمن ہوتے ہیں۔ تمہارے اور اس کے رشتے میں صرف راز ہی تو ہیں۔ تمہارے رشتے کو سالم نگلنے والا تمہارا راز ہی تو تھا۔ تم نے کل بھی اس سے آدھی باتوں کا ذکر کیا۔ تم آج بھی وہی کر رہے ہو۔" ہانیہ نے شاید اپنی پوری زندگی میں اتنی سمجھداری کی بات نہیں کی تھی۔

"میں اس سے کچھ نہیں بتانا چاہتا۔ وہ آلریڈی سب جانتی ہے۔"

"واقعی؟ اپنے منہ سے خود بتانے میں اور کسی تیسرے کی زبانی کچھ سننے میں بہت فرق ہوتا ہے کبیر۔"

"میں کچھ نہیں بتانا چاہتا۔" اس نے دہرایا۔

"یہ بھی نہیں کہ تم شادی شدہ ہو کبیر؟ اور رابیل ملک ہندوستان کی مشہور اداکارہ تمہاری بیوی ہے۔ اس کے گلے میں وہ موتی دیکھ کر بھی نہیں؟ وہ آگے نہیں بڑھ سکی ہے۔ وہ اسی جگہ موجود ہے جہاں تم چھوڑ کر گئے تھے۔ اس کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ سچ جان لے۔" ایک پل کے لیے ٹھاٹھیں مارتا سمندر رک گیا۔ جگمگاتے ستارے رک گئے۔ اس کی رنگت پل بھر میں متغیر

www.novelsclubb.com

ہوئی۔کبیر نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔جیسے امید نہ ہو کہ وہ اس طرح کی کوئی بات کر سکتی ہے۔

"میں شادی شدہ تھا۔اب نہیں ہوں۔وہ شادی ختم ہو چکی ہے۔میں آج کے بعد اس کا ذکر بھی نہ سنوں۔"اس نے انگلی اٹھا کر تنبیہ کی۔ہانیہ نے استہزاء سر جھٹکا۔

"کیا فرق پڑتا ہے؟اس نے تمہارا نہیں تم نے اس معصوم کا نقصان کیا ہے۔جس کی بھرپائی کبھی نہ کبھی تو کرنی پڑے گی۔"وہ قطعیت سے بولی۔کبیر نے کچھ نہیں کہا۔اس نے اس بارے میں کچھ سوچا ہی نہیں تھا۔

"میں نے کوئی جھوٹ نہیں بولا ہے۔"

"تم نے سچ چھپایا ہے اور یہ جھوٹ بولنے سے زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔"اگلے کئی منٹ دونوں کی بحث جاری رہی اور آخر میں وہ روتی دھوتی واپس چلی گئی۔کبیر خالی ہاتھ تنہا کھڑا رہ گیا۔یہ تنہائی تو مقدر میں تھی شکوہ کیسا؟

وہ کچھ یاد کر کے آسودگی سے مسکرایا۔پھر ایک نظر چاند پہ ڈالی۔اسے لگا جیسے چاند بھی مسکرایا ہو۔اس نے گہری سانس لی۔اس کے پاؤں کے نیچے سے ریت جیسے کھسک رہی تھی۔اب نرم

www.novelsclubb.com

ریت کی جگہ گیلی گھاس نے لے لی تھی۔ سمندر کی لہریں غائب ہو گئی تھیں۔اس نے خود کو بینچ پہ بیٹھا ہوا محسوس کیا۔اور اس کے ساتھ وہ بیٹھی تھی۔

"تمہیں کیا فرق پڑتا ہے؟ میں چاہے تمہاری زندگی میں رہوں یا کسی دن بغیر بتائے کہیں غائب ہو جاؤں۔" اس نے دھیرے سے کہا۔جواباً مدیحہ نے اسے گھورا پھر تھوڑا دور ہو کر بیٹھ گئی۔یہ مدیحہ کے غصے کرنے کا انداز تھا۔مشکل سے کندھوں کو چھوتے بالوں والی مدیحہ اب کی مدیحہ سے خاصی صحت مند تھی۔

"فرق پڑتا ہے ناں گدھے۔ہاں میرے بہت سے دوست ہیں۔لیکن ہر انسان کی اپنی الگ جگہ ہے میری زندگی میں۔جیسے تم ان کی جگہ نہیں لے سکتے ویسے ہی کوئی تمہاری جگہ نہیں لے سکتا۔" کبیر نے سر جھٹکا۔

"تمہیں صرف میری ضرورت ہوتی تو اتنے دوست نہ بناتی تم۔" مدیحہ کا دل چاہا اپنا سر پیٹ لے یا اسے ایک ٹھپلی مارے۔

"زندگی میں ہر چیز ضرورت کے تحت نہیں ہوتی اچھا۔تم وہ ہو جو کوئی نہیں بن سکتا۔وہ تمہارے جیسے بن سکتے ہیں نہ تم ان کے جیسے۔آسمان کو دیکھو۔اس پہ کتنے ستارے ہیں۔مگر سب سے زیادہ جو چمک رہا ہے وہ چاند ہے۔" وہ دھیرے سے اس کی جانب گھومی اور پھر مسکرا

کر کہا۔"تم میری زندگی کا چاند ہو کبیر مراد۔سب سے زیادہ روشن۔سب سے زیادہ اہم۔ تمہارے بغیر میری زندگی میں تاریکی کے سوا کچھ نہیں۔اور باقی کے دوست وہ سب ستارے ہیں۔پیارے اور خوبصورت۔اتنے اہم نہیں جتنا کہ چاند ہے۔"کبیر کی دھڑکن اس وقت بھی رک گئی تھی۔آج بھی یاد کر کے اس کا دل دھڑکنا بھول گیا تھا۔وہ ٹھیک کہتی تھی۔ایک کبیر کے جانے سے اس کی روشن زندگی میں اب سیاہی کے سوا کچھ نہیں بچا تھا۔جیب میں رکھا موبائل تھرتھرایا تو وہ چونک کر جیسے ہوش میں آیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ستارے بھی جیسے ناراض ناراض سے نظر آنے لگے۔انہوں نے اپنا رخ اب دہلی کے کسی کونے میں موجود مدیحہ فاروق کی طرف کر لیا تھا۔انہیں جیسے کبیر مراد پہ غصّہ آیا تھا۔

"تم نے اسے کیوں نہیں بتایا کہ تم سب سچ جانتی ہو؟اس طرح سے تو تم نے بھی دھوکہ دیا ہے۔"اس نے اپنی آنسوؤں سے لبریز آنکھیں اس کے چہرے پہ پھیریں۔

"اسے بھرم رکھنا کہتے ہیں۔جانتی تو میں بہت کچھ تمہارے بارے میں تھی کیا میں نے تمہیں سچ بتایا؟اور جب بتایا تو کیا تم سہہ سکے؟"قاسم لاجواب ہو گیا۔

www.novelsclubb.com

"وہ میرے سامنے آتا اور میں ہر دفعہ اپنے اندر بجتے الارم کو بند کر کے اس کی فریب میں لپٹی باتوں کو سن لیتی تھی۔ جس روز وہ آخری دفعہ مجھ سے ملنے آیا تھا اس دن بھی میرے آس پاس کئی گھنٹیاں بج رہی تھیں۔ لیکن میں نے سب کو بھاڑ میں بھیج دیا کیونکہ میں اس پہ بھروسہ کرنا چاہتی تھی۔ بالکل اسی طرح جیسے میں صرف تم پہ بھروسہ کرتی ہوں اس امید میں کہ تم ہمارے درمیان کسی راز کو نہیں لے آؤ گے۔" اس نے تھوڑی دیر کا توقف لیا۔

"میں دوستوں کو اپنے پلو سے باندھ کر رکھنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ نہ ہی میں یہ ان کا فرض سمجھتی ہوں کہ وہ ہر وقت میرے رونے سنتے رہیں۔ تم بتاؤ قاسم تم اس بری خبر کے بعد میرے پاس کیوں بیٹھے ہو؟ کیونکہ تم جانتے ہو تم یہاں سے اٹھ کر گئے تو تم سے وہ غم جھیلا نہ جائے گا۔ تم یہاں اپنی نہیں کہہ رہے، صرف میری سن رہے ہو۔ لیکن پھر بھی تمہارے اعصاب پر سکون ہو رہے ہیں۔ وہ اس لیے کیونکہ دوستوں کی موجودگی ہی ہمارا سب سے بڑا مرہم ہوتی ہے۔" قاسم نے محض سر ہلایا بولا اب بھی کچھ نہیں۔

"دوست کون ہوتے ہیں؟ ایک اجنبی جو بغیر ہماری اجازت کے ہمارے دل میں ہماری زندگی میں شامل ہو جاتے ہیں۔ ان سے ہمارا خون کا رشتہ نہیں ہوتا۔ ان سے ہمارا محبت کا رشتہ ہوتا ہے۔ ایک وائب ایک احساس ہوتا ہے جو ہمیں ایک دوسرے سے جوڑے رکھتا ہے۔ کبیر

www.novelsclubb.com

صرف ملک سے نہیں گیا تھا۔ وہ میری زندگی سے چلا گیا۔ وہ اس احساس کو، محبت کو، وائب کو اپنے قدموں تلے روندتے ہوئے گیا۔ اب اگر تم چاہتے ہو کہ میں اس کے طرف اپنے قدم بڑھاؤں تو تم غلط ہو۔" اس کا تنفس پھول گیا تھا۔ قاسم نے پانی کی بوتل اس کی جانب بڑھائی۔ اس نے نہیں پکڑی۔

"تمہارا دل ٹوٹا ہے۔ اس لیے وہ تمہیں ولن لگ رہا ہے۔ حالانکہ زندگی اس پہ بھی مہربان نہیں تھی۔ وہ بھی اس کہانی کا وکٹم ہے۔ اس سے بھی بہت کچھ چھین لیا گیا۔ تم دونوں کی ناک بہت اونچی ہے۔ اتنی کہ ایک دوسرے کو اب دوستی کی نگاہ سے دیکھ ہی نہیں پا رہے۔" وہ اسے سمجھا رہا تھا۔ وہ پھر اسے سمجھا رہا تھا۔ یہ باتیں وہ اپنے چہیتے کو کیوں نہیں کہتا؟ وہ اُس سے بے نیاز اپنی کہے جا رہی تھی۔

"میری ناک اونچی نہیں ہے۔ میں بس اب اپنے دائرے سے باہر نہیں آنا چاہتی۔ میں ہر دفعہ یہی سوچتی ہوں کہ اب میں کسی کو اپنا فائدہ نہیں اٹھانے دوں گی۔ لیکن ہر دفعہ میں سوچ کے رہ جاتی ہوں۔ اب میں تھک گئی ہوں۔" قاسم نے اُسے بولنا دیا۔ مدیحہ نے پلکوں سے لپٹے آنسو کو بہنے دیا۔

www.novelsclubb.com

"ہمیں ایک دوست بن کے رہنا ہے تو ایک دوسرے سے باتیں چھپانا بند کرنا ہوگا۔ دوستوں کے درمیان راز نہیں ہوتے مگر اس بساط پہ پھیلے پیادوں کے بہت راز ہیں جو شاید کبھی ظاہر نہ ہو سکیں۔" اس نے گہری سانس لی۔ قاسم نے بالکل دھیرے سے اس کا ہاتھ پکڑا۔

"تم دونوں کو بات کرنے کی ضرورت ہے۔ تمہیں کچھ اپنی کہنے کی اور کچھ اس کی سننے کی ضرورت ہے۔ تمہارے درمیان کمیونی کیشن گیپ آگیا ہے۔ ایک دفعہ بات کرنے میں کچھ نہیں ہو جائے گا۔ یا تو یہ معاملہ ٹھیک ہو جائے گا یا پھر مکمل طور پہ ختم۔ اس روز روز کی اذیت سے نکل آؤ مدیحہ۔ ہو سکتا ہے کہ جو جیسا نظر آتا ہے ویسا نہ ہو۔"

"وہ کہتا ہے کہ میرا وجود میری باتیں اس کے لیے سب خاک برابر ہے۔" وہ دھیرے سے بولی۔ اس نے اپنے ہاتھوں پہ قاسم کی گرفت محسوس کی۔ نرم اور عقیدت سے بھرپور۔ اس آدمی کو اس عورت سے اتنی عقیدت کیوں تھی؟

"جھوٹ کہتا ہے۔"

"میں اس جھوٹ کو سچ ماننا چاہتی ہوں۔ کیونکہ میرے لیے اب کبیر مراد اہم نہیں رہا۔ وہ کیا سوچتا ہے کیا کہتا ہے۔ مجھے فرق نہیں پڑتا۔ اس کے ساتھ کیا ہوا کیا نہیں مجھے اس سے بھی فرق نہیں پڑتا۔ تم لوگ اگر اس کا ذکر کرنا چھوڑ دو۔ میرا ماضی میرے سامنے رکھنا چھوڑ دو تو میں

آسانی سے موو آن کر جاؤں۔" قاسم نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا۔ مدیحہ اپنے خالی ہاتھوں کو دیکھنے لگی۔

"اپنے لیے آسانی پیدا کرنے کی کوشش کیا کرو۔ وہ کام کیوں کرنا چاہتی ہو جو تمہیں تکلیف دے؟"

"آج کے بعد سے تم اس ٹاپک پہ مجھ سے بات نہیں کرو گے۔ میں اس آدمی کی وکالت سن سن کر تھک گئی ہوں۔ اگر وہ مجبور تھا تو ساری سرحدیں مجبوریاں پھلانگ کر بھی آسکتا تھا۔ وہ نہیں آیا اس نے میری زندگی سے چلے جانا پسند کیا۔ بس بات ختم۔ میں اس کے فیصلے کی عزت کرتی ہوں۔ تم بھی کرو۔" قاسم نے ایک زکام زدہ سانس خارج کی۔

"مدیحہ مگر۔۔"

"کام کی بات پہ آتے ہیں۔ میں نے اتنے مہینے لگا دیے ہیں اس کیس کے پیچھے مجھے کچھ نہیں ملا۔ اس کے لیے ہمیں ٹیم ورک کی ضرورت ہے۔" وہ اس کی بات کاٹ کر بولی تو قاسم گہری سانس لے کر رہ گیا۔ وہ دھیرے دھیرے بولتی جا رہی تھی۔ قاسم دھیان سے سن رہا تھا۔

"ہم سب۔ دیکھ لیں گے مدیحہ۔ اس سے پہلے یہ معلوم کرنا ضروری ہے میرے لیے کہ کبیر جانتا ہے یا نہیں؟" مدیحہ نے ایک نگاہ اس پہ ڈالی۔ پھر سر اثبات میں ہلا یا۔

www.novelsclubb.com

چاند ویسے ہی روشن تھا۔ مگر ان کے دل بجھے ہوئے تھے۔ایک بوجھ سا تھا جو انہیں محسوس ہو رہا تھا۔ کیا تھا اگر وہ ایک کمرے میں موجود رہ کر اپنی ناراضگی دور کر لیتے؟ آج بھی ان کی غلط فہمیاں تبھی دور ہو سکتی تھیں جب وہ ایک کمرے بیٹھتے۔ شاید یہ وقت ابھی نہیں آیا تھا۔ دس سالوں کے بعد بھی یہ وقت نہیں آیا تھا۔ بوجھل دلوں کو لیے وہ اپنے گھروں کو جا رہے تھے۔

کبیر اپنے اپارٹمنٹ میں کھڑا سگریٹ کے کش لگاتا وہ گلاس وال کے پار آسمان پہ چمکتے چاند کو دیکھ رہا تھا۔ ماضی کی یادیں بری طرح اس کے دل کو چھلنی کیے ہوئے تھیں۔ وہ مدیحہ کو بتا سکتا تھا لیکن پھر کیا ہوتا؟ کچھ نہیں۔ وہ تب بھی اسے کھو دیتا۔ وہ آج بھی اسے کھو چکا ہے۔ اس کی زندگی میں جو سب سے زیادہ قیمتی تھا وہ اسے بھی ہار چکا تھا۔ اب باقی کیا رہ گیا؟ کچھ بھی نہیں۔ پھر تو دل کا تڑپنا بنتا ہے۔ اذیت ضروری ہے۔ آنسوؤں کا بہنا ضروری ہے۔ اپنی عزت کھونے سے زیادہ اس کی آنکھوں میں اپنے لیے نفرت دیکھنا آسان تھا۔

سست روی سے چلتے ہوئے مدیحہ اپنے کمرے کی جانب بڑھ رہی تھی۔ آنکھیں برسنے کو بے تاب تھیں۔ مگر اسے اب رونا نہیں تھا۔ دل کے زخم نئے سرے سے تکلیف دے رہے تھے۔ اسے اپنے جسم سے جان نکلتی محسوس ہو رہی تھی۔ کمرے کے ٹھنڈے فرش پہ وہ سینے پہ

www.novelsclubb.com

فاروق بختیار کی تصویر لپٹائے لیٹی تھی۔ کئی سال پہلے بھی وہ اسی طرح فرش پہ لیٹی تھی۔ جب وہ وہاں سے اٹھی تھی وہ مدیحہ نہیں رہی تھی جو وہ اصل میں ہوا کرتی تھی۔

دوسری جانب قاسم اپنے اپارٹمنٹ میں موجود صوفے پہ بیٹھا تھا۔ ہاتھ میں پکڑے گلاس کی شراب ختم ہو چکی تھی۔ اس نے میز پہ رکھی بوتل منہ سے لگالی۔ اس کے دل پہ زیادہ بوجھ تھا۔ ایک ان میں سے پیارے دوست کو وہ کھو چکا تھا اور اسے خبر بھی نہیں ہوئی۔ یہ بات اسے کسی طور پہ چین نہیں لینے دے رہی تھی۔ ایک آگ تھی جو اس کے دل میں لگی تھی۔

وہ تینوں اپنی اپنی جگہ غم منا رہے تھے۔ آج غم کی رات تھی۔ ایک فیصلہ تھا جو ان تینوں نے کیا تھا۔ اب انہیں صبح کا انتظار تھا۔ اگلی صبح خدا جانے کیسی ہو گی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

www.novelsclubb.com

وہ اپنے اپارٹمنٹ میں کھڑا اپنے ضروری کاغذات دیکھ رہا تھا۔ اس نے وقت دیکھا اسے اگلے پانچ منٹ میں ائیر پورٹ کے لیے نکلنا تھا۔ اس نے اپنے جبڑے سختی سے بھینچ رکھے تھے۔ رگوں میں ایک ابال سا محسوس ہو رہا تھا۔

(میں یہ بات تمہیں کل رات ہی بتانا چاہتی تھی مگر بتا نہیں سکی۔ تمہارا شک درست تھا۔ کبیر سب جانتا ہے۔)

قاسم اب ائیر پورٹ کے لیے روانہ ہو چکا تھا۔اسے کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا۔مدیحہ کی باتیں اس کے کانوں میں گونج رہی تھیں۔آج صبح ہی اسے اس کا وائس میسج آیا تھا۔

(نہ وہ جانتا ہے بلکہ اس نے فصیح کے جنازے میں بھی شرکت کی تھی۔اسے پچھلے دو مہینوں سے یہ بات بھی معلوم ہے کہ فصیح کی حادثاتی موت نہیں ہوئی۔)

فلائٹ اڑ چکی تھی۔اس کے اندر کا اضطراب بھی بڑھتا جا رہا تھا۔غصے کا ایک شدید ابال تھا جسے وہ دبانے کی کوشش کر رہا تھا۔

(اس نے یہ خبر اپنے طور پہ ہر جگہ سے کوشش کی کہ تمہیں نہ پتہ لگے۔)

کچھ گھنٹوں کا کھیل اور ممبئی شہر اس کے قدموں کے نیچے تھا۔اس نے اپنا موبائل نکالا پھر ایک نمبر ڈائل کیا۔بیل جا رہی تھی مگر کوئی ریسیو نہیں کر رہا تھا۔اضطرابی کیفیت میں اس نے دوبارہ نمبر ملایا۔

"ہیلو؟" دوسری جانب نادر تھا۔

"کبیر کہاں ہے؟"

"ممبئی میں۔"

"جانتا ہوں۔ وہ اس وقت کہاں ہے ایڈریس بتاؤ۔" نادر نے اسے ایڈریس بتایا۔ قاسم اب اسی راستے پہ گامزن تھا۔

(خصوصی طور پہ اس نے فصیح کی فیملی کو منع کیا کہ وہ یہ بات دفن کر دیں۔ بھول جائیں کہ فصیح کا قتل ہوا ہے۔ اس پہ فاتحہ پڑھ کر موو آن کریں۔ لیکن وہ کیوں ایسا کر رہا ہے؟)

قاسم نے ایک گہری سانس لی پھر اپنا سر جھٹکا جیسے اس آواز سے پیچھا چھڑانا چاہ رہا ہو۔

کبیر ایک بہت شاندار اور اونچی عمارت کے سامنے کھڑا غور سے اس پہ پڑتی دھوپ کو دیکھ رہا تھا۔ جو اس عمارت کو سنہرا کیے ہوئے تھی۔ دو سال پہلے کبیر نے ممبئی کے شاندار ہوٹلوں میں سے ایک شاندار ہوٹل کھڑا کیا تھا۔ آج وہ دوسری بار یہاں آیا تھا۔ دادا ہوتے تھے وہ کیا کرتے؟ آس پاس اس کے گارڈز ہاتھوں میں اسلحہ لیے الرٹ سے کھڑے تھے۔ وہ گردن اٹھائے سوچ رہا تھا دفعتاً کسی نے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھا۔

کبیر نے پیچھے مڑ کر دیکھنا چاہا مگر جبڑے پہ پڑنے والے مکے سے آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔ اس نے اپنے جبڑے پہ ہاتھ رکھا۔ ابھی وہ سنبھل نہ پایا تھا کہ اچانک پھر ویسا ہی گھونسہ اور مارا گیا۔

www.novelsclubb.com

کبیر لڑکھڑاتے ہوئے دو قدم پیچھے گیا۔ گارڈز ایک لخت ہی اس کی جانب بڑھے۔ کبیر نے نظر اٹھا کر مارنے والے کو دیکھا پھر ہاتھ سے اشارہ کر کے گارڈز کو آگے بڑھنے سے روکا۔

قاسم پھر اس کی جانب بڑھا۔ اب کے اس نے کبیر کے سینے پہ ایک لات ماری وہ مگر وہیں کھڑا رہا۔

"مار کیوں رہا ہے سالے؟" اس نے قاسم کا ہاتھ روکتے ہوئے کہا جو اسے پھر جبڑے پہ لگنے والا تھا۔

"تو باپ ہے اس کا؟ نہیں ناں پھر تیری ہمت کیسے ہوئی مجھے بے خبر رکھنے کی۔" وہ اس کا گریبان پکڑ کر بولا۔ کبیر کو ایک لمحہ لگا تھا سب سمجھنے میں۔ قاسم نے پھر ایک دفعہ مارا جوابا کبیر نے بھی اسے مرانا شروع کیا۔

www.novelsclubb.com

اب حال یہ تھا کہ دونوں ہوٹل کی پارکنگ میں گرے ایک دوسرے پہ چڑھ دوڑے تھے۔ دونوں کی آوازیں ملی جلی تھیں۔ مگر کچھ کچھ سمجھ آرہا تھا۔

"اتنا برا کیوں لگ رہا ہے؟ تو، تو اسے پسند بھی نہیں کرتا تھا ناں شروع سے تجھے اس سے مسئلہ تھا۔ تجھے چبھتا تھا وہ۔ پھر اتنا برا کیوں لگ رہا ہے۔" ایک دوسرے کو گالیاں دیتے وہ لاتوں اور گھونسوں کی برسات کیے ہوئے تھے۔ ایک بھیڑ سی تھی جو آ لگی تھی۔ کبیر نے گارڈز یوں

کھڑے تھے کہ کوئی دوسرا ان تک نہیں جاسکتا تھا۔ وہ الرٹ تھے کہ کوئی ویڈیو یا تصویر نہ نکالے۔

"میرا اس کا جو بھی تھا۔ تونے چھپایا کیوں؟" ایک مکا اسے پھر مارا جس کے ہونٹ کا کنارہ پھٹا ہوا تھا۔ درپے درا سے کئی مکے مارے۔ کبیر نے اسے پرے دھکیلا۔

"ہاں چھپایا میں نے۔ جان بوجھ کر۔ جو مرچی تجھے آج لگ رہی ہے۔ جو کیفیت تیری آج ہے اس کے لیے چھپایا۔ تاکہ تو قیامت تک جلتا رہے اس آگ میں۔ اس پچھتاوے کی آگ میں۔ تاکہ تجھے احساس ہوتا رہے کہ دوستوں کو چھوڑنا کتنا بڑا عذاب ہوتا ہے۔" وہ دور کھڑا گہرے گہرے سانس لے کر بول رہا تھا۔ قاسم نے منہ میں آیا خون تھوکا۔ کمینے نے کم مارا تھا لیکن زور کا مارا تھا۔

"میں نے بہت چاہا تمہیں بتاؤں۔ میں جب بھی اس کی بات چھیڑتا تو ہتھے سے اکھڑ جاتا تھا۔ اس کا نام سننا پسند نہیں کرتا تھا پھر میں نے بھی نہیں بتایا۔ اور بالکل ٹھیک کیا۔" قاسم گندی گالیاں دیتا ہوا اس کی جانب لپکا۔ مگر کبیر الرٹ تھا اس نے ایک زوردار لات اس کے سینے میں ماری وہ لڑکھڑا کر وہیں رک گیا۔

www.novelsclubb.com

"میں نے اکیلے اسے کاندھا دیا۔اسے قبر میں اتارا۔وہاں کسی قاسم مرزا کی ضرورت نہیں تھی۔ آخری وقتوں میں تو دشمن بھی اپنا دل پگھلا دیتے ہیں مگر تم نے کیا کیا تھا اس کے ساتھ قاسم؟ تم یہ ڈیزور کرتے تھے جو تمہارے ساتھ ہوا۔ فصیح کو تمہارے ہاتھ کی مٹی کی ضرورت نہیں تھی۔" وہ بول رہا تھا۔آواز بہت تیز نہیں تھی۔ مگر لہجہ بے حد سخت تھا۔ قاسم بے دم سا ہو کر گھٹنوں کے بل گرا۔

"تم نے اسے ڈس اون کر دیا تھا۔کیا تمہیں حق تھا کہ اس کے جنازے کو ہاتھ لگاتے؟ ہم سب میں سب سے زیادہ مخلص وہ تھا ہمارے ساتھ۔سب سے نرم دل، کالم اور میچور۔اسے تلخ بنانے میں کس کا ہاتھ تھا قاسم؟ تمہارا۔" وہ اس کے پاس جھکا زہر انڈیل رہا تھا۔

"اب یہ تکلیف تمہیں ساری زندگی سکون نہیں لینے دے گی۔ تم تڑپتے رہو گے۔یہی سزا ہے تمہاری۔" قاسم یکلخت اس کی جانب گھوما۔

"تمہیں یہ حق کسی نے نہیں دیا تھا۔کسی نے نہیں۔" کبیر کے دل کو کچھ ہوا۔ قاسم کی آنکھیں کسی بھی چھلک سکتی تھیں۔

"تمہیں لگتا ہے تمہارے ساتھ غلط ہوا؟ پھر مجھے بتاؤ کہ اتنے مہینوں کے بعد تمہیں کیسے علم ہوا؟ اس وقت کیوں نہیں؟ کیونکہ رحمان سے جڑے ہر میسجز، ساری کالز کو تم نے اگنور کر دیا

www.novelsclubb.com

تھا۔اطلاع دینے والے کیا کرتے؟خط بھیجتے؟تم اسی کے مستحق تھے۔" قاسم نے اپنی گردن جھکالی۔مرد روتے نہیں ہیں۔اس بات کا بھرم بھی تو رکھنا تھا۔کبیر اس کے ساتھ گھٹنوں کے بل زمین بیٹھا۔قاسم کے کندھے پہ اپنا بازو پھیلایا۔قاسم نے زور سے اپنی آنکھیں بند کیں۔ ماضی کی ایک یاد اس کے دل میں آ چبھی تھی۔

یوں ساتھ آ کر بیٹھنے اور کندھے پہ اپنا بازو پھیلانے کا انداز رحمان کا تھا۔وہ تینوں ہمیشہ اسی طرح لڑ کر بگڑی ہوئی شکلوں کے ساتھ اسی طرح بیٹھتے تھے۔قاسم جتنا اس سے دور جاتا وہ اتنا اس کے قریب ہی رہتا تھا۔اس کی ناک سے خون کی باریک دھار بہہ رہی تھی۔

"گھر چلیں؟"کبیر اس کے سامنے اپنی ہتھیلی پھیلائے بیٹھا تھا۔اس نے دھیرے سے اثبات میں سر ہلایا۔کبیر کی آنکھیں اس سے کچھ کہہ رہی تھیں۔'داستان کا جذباتی حصہ ختم ہوا۔اب وقت تھا کہ انتقام کی بساط بچھائی جائے۔'قاسم نے ناک سے گرتے خون کو ہتھیلی کی پشت سے صاف کر کے اس کا بڑھایا ہوا ہاتھ تھاما۔کبیر زیرِ لب مسکرایا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اگلے کچھ گھنٹوں میں ایک پرائیویٹ جیٹ سے وہ دہلی میں قاسم کے اپارٹمنٹ موجود تھے۔ ملینیئر بیسٹ فرینڈ ہونے کا کوئی تو فائیدہ تھا۔قاسم ایک طرف صوفے پہ بیٹھا تھا۔اس نے ناک

میں روئی لگائی ہوئی تھی۔ کمبخت خون تھا کہ رک نہیں رہا تھا۔ کبیر نے اپنے سوج ہوئے ہونٹ پہ آئس بیگ رکھا۔ وہ بیڈ پہ نیم دراز تھا۔ دونوں کی شرٹ جگہ جگہ سے پھٹی ہوئی تھیں۔ چہرے پہ نیل پڑے تھے۔ کبیر اٹھ کے بیٹھا۔ قاسم نے اسے دیکھا اس نے قاسم کو پھر دونوں کا قہقہہ سارے میں گونجا۔

قاسم کا موبائل بجنے لگا جو بیڈ پہ کبیر کے پاس رکھا ہوا تھا۔ اس نے اسکرین پہ جگمگاتے نام کو دیکھا۔ اس کی ہنسی رک گئی۔ اس نے کال ریسیو اسپیکر پہ ڈال کر قاسم کی جانب موبائل بڑھایا۔

"کہاں ہو؟" ریسیو ہوتے ہی مدیحہ فاروق کی مصروف سی آواز گونجی۔

"شہنشاہ اپنی سلطنت میں آرام فرما رہے ہیں۔ تمہیں کیسے میری یاد آئی کنیز۔"

"ہم باربی کیو کا پلان بنا رہے ہیں۔ آ کر گوشت دھو۔" کبیر جو دوبارہ بیڈ پہ نیم دراز ہو گیا تھا سینے پہ کشن رکھے تھوڑا سا مسکرایا۔

"کیا بات ہے بھئی بولو کچھ؟ یا حلق میں رشوت کے حرام نوٹ پھنس گئے ہیں۔" اب کے وہ دھیرے سے ہنس دیا۔ قاسم نے اسے چپ رہنے کا اشارہ کیا۔

"میں نہیں آ سکتا۔"

www.novelsclubb.com

"کیوں؟"اس کی غصے بھری آواز آئی۔غالباً وہ گوشت دھو رہی تھی۔اسے یہ کام سخت زہر لگتا تھا۔

"کیونکہ میں کہیں جانے کی حالت میں نہیں ہوں۔مجھے لوز موشن ہو رہے ہے۔"کبیر نے اپنا قہقہہ دبانے کے لیے کشن سے منہ دبایا۔دوسری جانب سے جواد کا قہقہہ سنائی دیا۔یقیناً فون اسپیکر پہ تھا۔

"تم کوئی اور بہانا کیوں نہیں ڈھونڈ لیتے؟ہر بار یہی چیپ اور لیم ایکسیوزر ہتا ہے تمہارے پاس؟"

"میرے پاس ایک یہی قابل استعمال بہانہ ہے۔کم از کم دوبارہ کوئی کال تو نہیں کرتا۔"اس نے دھیرے سے کہا۔ناک میں لگی کاٹن گری جا رہی تھی۔

"دس منٹ میں تم نے گوشت دھونے کی ذمہ داری نہ اٹھائی تو میں اسی سلطنت میں آکر تمہیں جوتے ماروں گی۔"کال رکھ دیا گیا۔کبیر ہنستے ہوئے سیدھا ہوا۔قاسم نے گرتی ہوئی کاٹن درست کی پھر اسے دیکھا جیسے شہنشاہ کو اس غلام کا ہنسنا پسند نہ آیا ہو۔وہ سر جھٹک کر اٹھا اور واشروم میں بند ہو گیا۔اگلے پانچ منٹ بعد وہ لوٹا تو نیلے رنگ کی شرٹ اور جینز میں ملبوس تھا۔

چہرہ اب قدرے بہتر لگ رہا تھا۔بالوں میں ہاتھ پھیر کر وہ پرفیوم خود پہ چھڑکنے لگا۔

"کہاں جا رہے ہو؟" کبیر نے پوچھا۔

"ڈیوٹی پہ۔ "

"اس وقت؟" اس نے باہر پھیلے اندھیرے کو دیکھ کر کہا۔

"ملکہ کی بتائی ہوئی ڈیوٹی کرنے جا رہا ہوں۔ ملکہ کا حکم ہے غلام کیسے ٹال سکتا ہے؟" وہ بگڑے تاثرات کے ساتھ بولا۔ کبیر مبہم سا مسکرایا۔

"تم کیا کرو گے اب؟" قاسم نے اس کی طرف دیکھا۔ وہ لحاف سینے پہ لپیٹ رہا تھا۔

"میں سویا نہیں ہوں۔ نیند پوری کروں گا۔ جانے سے پہلے اے سی آن کر کے جانا۔" اس نے جمائی لیتے ہوئے کہا۔ قاسم جوتے پہن رہا تھا۔ اس نے اے سی آن کی۔ اپنے لیے کافی بنانے کچن میں چلا آیا۔ جب تک وہ فارغ ہوا کبیر گہری نیند سو چکا تھا۔ ایک آخری نظر اس پہ ڈال کر وہ جیبوں میں ہاتھ ڈالے باہر نکل گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ہلکی ٹھنڈی ہوائیں چل رہی تھیں۔ محسوس ہو رہا تھا کہ خوب موسلا دھار بارش ہو گی مگر بارش ہو نہیں رہی تھی۔ پچھلے کئی دنوں سے ایسا ہی موسم تھا۔ کبھی بہت اچھا موسم ہو جاتا کبھی حبس

www.novelsclubb.com

زدہ۔ تھکن اور کبیر کی مار کی وجہ سے اس کا جسم ٹوٹ رہا تھا۔ وہ بہت تھکا ہوا تھا۔ اسے رہ رہ کر اے سی کی کولنگ اور اپنا بستر یاد آرہا تھا۔ مگر خیر ہے!

وہ گیٹ پہ مسلسل ہارن بجائے جا رہا تھا۔ چھوٹو نے دروازہ کھولا تو اس نے گاڑی پارک کی۔

"باجی کہاں ہیں تمہاری؟"

"لان میں ہیں۔ موڈ تو بہت خراب ہے بھیا جی۔" اس نے دانت نکال کر کہا۔ لان میں ہی باربی کیو کا انتظام کیا گیا تھا۔ وہاں چار کرسیاں رکھی گئی تھیں۔ وہ لان میں پہنچا تو مدیحہ کرسی پر ٹانگ پہ ٹانگ جمائے بیٹھی تھی۔ ٹریک پینٹ پہ اوور سائزڈ ٹی شرٹ پہنے بالوں کا جوڑا بنائے وہ مسلسل اسے گھور رہی تھی۔ جواد مصالحوں کا ڈبہ بند کر رہا تھا۔ چھوٹو پلیٹ لے آیا۔ سارے کام ہو چکے تھے۔ اب بس کھانا باقی تھا۔

www.novelsclubb.com

"مجھے دیر ہو گئی آنے میں؟" وہ اس کے ساتھ رکھی کرسی پہ بیٹھا تو روشنی سیدھا اس کے چہرے پہ پڑنے لگی۔ وہ جو کچھ سخت برا کہنے لگی تھی حیرت سے اسے تکنے لگی۔

"یہ تمہیں کیا ہوا؟"

"کبیر سے ملنے گیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی واپس آیا ہوں۔ ایک گھنٹہ پہلے۔" اس نے اپنے ازلی لاپرواہ انداز میں کہا پھر چھوٹو کی بڑھائی ہوئی پلیٹ شکریہ کہہ کر تھامی۔

"اس نے تمہیں مارا ہے؟" مدیحہ نے طیش میں آکر پوچھا۔ قاسم نے سر ہلایا۔

"ہم نے ایک دوسرے کو مارا ہے۔ جتنی طاقت میرے پاس ہے اتنی ہی اس کے پاس بھی ہے۔ وہ جتنی کھاتا ہے اتنی مارتا بھی ہے۔ میں ایک ماروں تو وہ مجھے دو مارتا ہے۔ وہ دو تو میں چار۔ اسی طرح گنتی آگے بڑھتی جاتی ہے۔ کبھی گن کے مارتے ہیں تو کبھی مارتے وقت گنتی بھول جاتی ہے۔ ہاں لیکن یہاں اس نے زور سے مارا ہے۔ مشکل سے خون رکا ہے۔" اس نے اپنی ناک کی طرف اشارہ کیا۔

"انسانوں کی طرح بات کرتے ناں پھر یہ مار دھاڑ ضروری تھی؟" اس نے معصومیت سے سر اثبات میں ہلایا۔

"بہت ضروری تھی۔ لڑکوں کے لیے تو بہت ضروری ہوتا ہے۔ تم لڑکیوں کی طرح میسجز پہ لڑ کر ہم کوئی تلخ اسٹیٹس نہیں لگاتے۔ لڑنا پڑتا ہے۔ مارنا پڑتا ہے۔ یہ مٹن ہے؟" مدیحہ نے ناگواری سے اس کی تھیوری سنی۔ جواد اور چھوٹو اس پولیس والے کی بات سے متفق تھے۔

"ہمارا خون خشک کر دینے والا ایک اسٹیٹس تمہارے ان چار گھونسوں سے زیادہ برا ثابت ہوتا ہے۔ ہماری کڑوی زبان کا تھپڑ تمہارے دس تھپڑوں سے زیادہ تکلیف دہ ہوتا ہے۔ کئی دنوں تک دُکھتا ہے۔ ٹیکسٹ میسج پہ ہوئی لڑائی پھر اسی مدعے پہ کوئی ایک ریل کا اسٹیٹس اگلے انسان کا

www.novelsclubb.com

چین غارت کرنے کے لیے کافی ہوتا ہے اور ہاں یہ مٹن ہی ہے۔" اپنے ہاتھ میں پکڑی پلیٹ پہ جھکتی مدیحہ کی گردن سیدھی ہوئی۔ لیموں نچوڑتا جواد فاروق کا ہاتھ رکا۔ نوالہ چباتا چھوٹو کا منہ رکا۔ کسی احساس کے تحت قاسم نے اپنا سر اٹھایا تو دھک سے رہ گیا۔ وہ تینوں اسے ہی گھور رہے تھے۔

"کیا ہوا ہے تم تینوں بھائی بہن مجھے ایسے کیوں دیکھ رہے ہو؟" اس نے بے اختیار ہی اپنی پلیٹ سینے سے لگائی۔

"تم جانتے ہو ناں کہ ہم انتہائی اچھے لوگ ہیں۔" مدیحہ نے معصومیت سے مسکراتے ہوئے کہا۔ جواد بھی اس کی طرف ٹھیک طرح سے متوجہ ہوا۔

"بالکل ہمیں ملک کے اس بہترین پولیس والے کا بہت خیال ہے۔" قاسم نے پلیٹ پہ اپنی گرفت مضبوط کی۔ انداز یوں تھا کہ کسی بھی وقت وہ بھاگنا شروع کر دے گا۔ وہ بس بے یقینی سے انہیں دیکھ رہا تھا۔

"اور اس سے پہلے کہ تم لوز موشن کی شکایت سے کہیں فوت ہی نہ ہو جاؤ۔ لاؤ یہ پلیٹ مجھے دو۔ چھوٹو پولیس والے کے لیے دن کی بچی ہوئی دال لے آؤ۔" قاسم نے ان سب ایک نفرت

بھری نگاہ ڈالی۔ چھوٹو کو من ہی من دو چار گالیاں دیں۔ وہ سب لالچی نظروں سے اس کی پلیٹ کو دیکھ رہے تھے۔

"خبر دار اگر کوئی اپنی جگہ سے ہلا بھی تو۔ میں سارے انتظام کر کے آیا ہوں۔ خدا کی قسم مدیحہ تم اپنا ہاتھ پیچھے کر لو ورنہ میں تم پہ چائیلڈ لیبر کا کیس ٹھوک دوں گا۔ ساتھ کرپشن اور بہت سے پرچے کاٹوں گا۔" وہ ان لوگوں کو خبر دار کرتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ ان تینوں کا کوئی بھروسہ نہ تھا وہ پلیٹ چھیننے سے پیچھے نہیں ہٹتے۔ اسکی روہانسی شکل دیکھ کر تینوں سے اپنی ہنسی ضبط کرنا مشکل ہوا وہ حلق پھاڑ کر ہنسنے لگے۔ قاسم کچھ دیر کھڑا انہیں دیکھتا رہا پھر چپ چاپ واپس بیٹھ گیا۔ اگلے کئی لمحے وہ کھاتے ہوئے باتیں کرتے رہے۔ ان کا مووی دیکھنے کا پلان تھا۔ قاسم نے رکنے سے منع کر دیا۔

"مجھے بہت ضروری کام ہے پھر کبھی۔" مدیحہ کو اپنے کل کے شو کی تیاری کرنی تھی وہ پہلے ہی جا چکی تھی۔ قاسم وہاں سے نکلا تو رات کے ڈیڑھ بج رہے تھے۔ وہ جانے کس طرح ڈرائیو کر کے واپس اپارٹمنٹ آیا۔ اسے کسی چیز کی شدید طلب محسوس ہو رہی تھی۔ اسے ابھی یہ نہیں معلوم تھا کہ کبیر اپارٹمنٹ میں ہے یا نہیں۔ وہ ہر چیز کو نظر انداز کرتا کچن کیبنٹ میں رکھی بوتل نکال کر غٹا غٹ پینے لگا۔ کچھ تڑپتے دل کو راحت ملی۔

www.novelsclubb.com

وہ روم میں داخل ہوا تو کبیر سینے پہ لحاف لپیٹے گہری نیند میں تھا۔ قاسم نے اپنے جوتے اتار کر پھینکے پھر اس کے ساتھ ہی لیٹا۔ ابھی اس کو ایک منٹ بھی نہیں ہوا تھا لیٹے ہوئے وہ گہری نیند میں ڈوبتا چلا گیا۔ کچھ لمحے کے بعد دو مدھم سانسوں کی آواز سارے میں گونج رہی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ ان کے پاس سے جلدی ہی اٹھ آئی تھی۔ اس کا رخ اس کمرے کی جانب تھا جس میں وہ فصیح کے کیس پہ کام کر رہی تھی۔ جواد اور وہ اسے تہہ خانہ کہتے تھے۔ تہہ خانے میں وہ لٹکتا واحد بلب روشن تھا جس کی پیلی روشنی میں وہ کرسی گھسیٹ کر بیٹھی۔

سامنے اس کا لیپ ٹاپ کھلا رکھا تھا، مگر وہ اس کی سکرین پہ چلتے منظر نہیں کو دیکھ رہی تھی۔ مدیحہ نے فصیح کے قتل کے دوران کے سارے سی سی ٹی وی ریکارڈ کو دیکھا تھا۔ اسے کچھ بھی غیر معمولی نہیں لگا تھا۔ ہاں مگر اسے اس کے قتل سے چار دن قبل کی فوٹیج نہیں مل سکی تھی۔ اس کے آفس جانے کے تین راستے تھے۔ تینوں راستوں کے سارے کیمرے خراب تھے۔ اس نے فوٹیج بند کر کے وہ لفافہ نکالا جو اس دن اسے اس کرانے کی دکان سے ملا تھا۔ اس کے اندر ایک یو ایس بی تھی۔ اس میں ان سارے ڈاکٹروں کی انفارمیشن تھی جو اس وقت اس ہاسپٹل میں کام کر رہے تھے۔ مدیحہ چند منٹ مزید اس میں سر کھپاتی رہی پھر جھنجھلا کر لیپ

www.novelsclubb.com

ٹاپ کی اسکرین بند کر دی۔اس نے بالکل غیر ارادی طور پہ کبیر کی دی ہوئی فائل کھولی پھر اسے پڑھنے لگی۔

جیسے جیسے وہ اس کو پڑھتی جاتی اس کی پیشانی پہ بل نمودار ہوتے۔اس نے بے یقینی سے ایک آخری نگاہ اس فائل پہ ڈالی۔اسے کبیر مراد سے ڈھیر سارا خوف محسوس ہوا۔یہ فصیح کے قتل کی تحقیقات کی فائل تھی۔اس میں بھی وہی معلومات تھیں جو وہ پچھلے کچھ مہینوں سے جانتی آرہی تھی۔مگر اس میں کچھ اور بھی تھا۔اس میں اس چوکیدار کا موجودہ پتہ بھی لکھا گیا تھا جہاں وہ آج کل رہ رہا تھا۔یہ وہی چوکیدار تھا جو فصیح کے قتل کے دوران غائب ہوا تھا۔

اس میں درج تھا کہ مدیحہ چاہے تو منہ مانگی رقم لے سکتی ہے اس کیس کو حل کرنے کے بدلے یا پھر وہ جہاں جتنا چاہے پیسہ انویسٹ کرنے کے لیے کہے گی کبیر کرے گا۔مدیحہ نے اپنا سر ہاتھوں میں گرا لیا۔وہ یہ ڈیل کرنے آیا تھا؟اوہ گاڈ۔

اس نے کبیر کو کال ملائی وہ اٹھا نہیں رہا تھا۔اس نے قاسم کو کال ملائی اس کا موبائل آف تھا۔

مدیحہ کو سخت جھنجھلاہٹ ہوئی۔ایک نام اس کے ذہن میں اور آیا۔نادر حسین کا۔لیکن نادر کا نمبر اس کے پاس نہیں تھا،وہ بس اس کا ایڈریس جانتی تھی۔اس نے وقت دیکھا تین بج رہے تھے۔اس وقت وہ کسی مرد کے گھر جانا افورڈ کر سکتی تھی؟نہیں۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اگلی صبح مصروف سی گزری۔ سارادن بھی اسی طرح کاموں میں چلا گیا۔اس دوران وہ قاسم کو ہزاروں کالز کر چکی تھی مگر مجال ہے جو وہ انسان کال اٹھالے اس کی۔ من ہی من گالیاں دیتی وہ اب اس کے اپارٹمنٹ جارہی تھی۔ دس منٹ کی ڈرائیو کے بعد وہ اس کے اپارٹمنٹ کے سامنے کھڑی تھی۔ایک چابی اس کے پاس ہوتی تھی تو اس نے آرام سے دروازہ کھولا۔شام کے سائے اپنے پر پھیلائے کھڑے تھے اور اس کا اپارٹمنٹ گہری تاریکی میں ڈوبا تھا۔

مدیحہ نے ہاتھ مار کر لائیٹ جلائی۔دو تین آوازیں قاسم کو دی پھر غصے سے اس کے کمرے کی جانب بڑھی۔اندھیرا وہاں بھی بہت تھا۔مدیحہ نے کھڑکی پہ گرے پردے ہٹائے پھر سوئچ بورڈ پہ ہاتھ مارا سارا کمرہ روشنی میں نہا گیا۔

اس نے بیڈ پہ نظر ڈالی تو ساکت رہ گئی پھر اگلے ہی لمحے اس کے لب مسکرائے۔بیڈ پہ ایک جانب کبیر ماتھے پہ بازو رکھے سویا تھا دوسرا ہاتھ سینے پہ تھا۔لحاف اس کے گھٹنوں سے ہوتا ہوا زمین پہ گرا تھا۔اس کے سینے پہ قاسم کی ایک ٹانگ تھی دوسری ٹانگ اور ایک بازو بیڈ سے نیچے لٹک رہا تھا۔کبیر نے سختی سے اپنے لب بھینچ رکھے تھے جبکہ قاسم کا ہلکا سا منہ کھلا تھا۔مدیحہ نے بے اختیار ہی اپنا موبائل نکالا پھر اس بھائی چارے کی کئی تصویریں اتاریں۔

"قاسم اٹھو۔ کیا چرس پی کے سو گئے ہو؟" اگلے ہی لمحے اس نے قاسم کی ٹانگ ہلائی۔ قاسم بے سود پڑا رہا البتہ کبیر نے اپنی آنکھیں تھوڑی سی کھولیں۔ پھر دوبارہ بند کر کے سو گیا۔

"قاسم اٹھو۔" اب کے وہ اپنی پوری طاقت سے چیخی۔ دونوں نے پٹ سے آنکھ کھول کر دیکھا۔ وہ کچھ اور بھی کہہ رہی تھی۔ کبیر نے اپنا سر قاسم کی جانب کیا۔

"مجھے سامنے مدیحہ کھڑی دکھ رہی ہیں۔" وہ دھیرے سے بڑبڑایا۔

"بھائی دکھ تو مجھے بھی رہی ہے۔"

"سچ میں تو موجود نہیں ہیں؟"

"لگ تو کچھ ایسا ہی رہا ہے۔ اوہ نہیں دیکھو وہ چلی گئی۔" وہ نیند میں ڈوبی آواز میں بولا۔ کبیر نے سامنے دیکھا وہ واقعی کہیں نہیں تھی۔ اس نے کروٹ بدل کر دوبارہ آنکھیں بند کر لیں۔ اس نے بند ہوتے ذہن کے ساتھ سوچا شاید وہ خواب دیکھ رہا تھا مگر قاسم بھی وہی خواب دیکھ رہا تھا کیا؟ قاسم نے کہا ہے وہ چلی گئی۔ لیکن یہ کیا کسی نے ڈھیر سارا پانی دونوں پہ انڈیلا۔ قاسم ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ وہ کچھ سخت برا کہنے ہی لگا تھا جب نظر مدیحہ پہ گئی۔ وہ ہاتھ میں پانی کی بوتل لیے خونخوار نظروں سے اسے گھور رہی تھی۔ قاسم نے اپنی آنکھیں مسلیں دوبارہ دیکھا وہ وہیں کھڑی تھی۔ یعنی وہ سچ میں تھی۔

کبیر کو یہ سب پراسیس کرنے میں تھوڑا وقت لگا۔ پھر احساس ہوا کہ اس کے کان میں پانی چلا گیا ہے تو وہ بجلی کی تیزی سے اٹھ بیٹھا۔ گردن ایک طرف لڑھکائے وہ شکوہ کناں نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ مدیحہ سے جتنا ہو سکتا تھا وہ اسے اگنور کر رہی تھی۔ وہ چپ چاپ واشروم میں گھس گیا۔

"تم اتنی صبح صبح یہاں کیا کر رہی ہو؟ آگئی ہو تو کافی بنا دو سر پھٹ رہا ہے۔" قاسم بے دم سا ہو ر دوبارہ بیڈ پہ گر سا گیا۔ وہ سر کو مسلسل دبا رہا تھا۔

"یعنی تم کل رات سے اٹھے ہی نہیں؟" اس نے حیرت سے پوچھا۔ قاسم نے اسی حیرت سے اسے دیکھا۔ "قاسم یہ شام کا وقت ہے بلکہ نہیں مغرب بیت چکی ہے۔ تم کل سے اب تک سوتے رہے ہو؟" جتنی بے یقینی سے وہ پوچھ رہی تھی اتنی ہی بے یقینی سے وہ سن رہا تھا۔ اس نے سب سے پہلے اپنا فون آن کیا۔ اوہ گاڈ اتنی لاپرواہی پہ کہیں اسے سسپنڈ ہی نہ کر دیا جائے۔

کبیر چند لمحے بعد دھلے دھلائے چہرے کے ساتھ واپس آیا۔ وہ یوں چپ تھا جیسے اب کبھی نہیں بولے گا۔ قاسم نے ایک نگاہ اس پہ ڈالی چلو وہ تو نشے میں تھا لیکن کبیر کون سا نشہ کر کے سویا تھا؟

مدیحہ وہاں سے اٹھ کر کچن میں چلی گئی تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ دو کپ کافی کے ساتھ لوٹی۔

www.novelsclubb.com

اس نے ایک کپ قاسم کو تھمایا۔ جسے اس نے شکریہ کے ساتھ پکڑا۔ کبیر بس اسے خوشگوار حیرت دیکھ رہا تھا۔ وہ اس کے لیے بھی کافی لائی تھی؟ واقعی؟ اس کی یہ خوشگوار حیرت چند پل ہی رہ سکی۔ مدیحہ ہاتھ میں دوسرا کپ پکڑے صوفے پہ بیٹھی وہ اب قاسم سے مختلف کیس ڈسکس کر رہی تھی۔ کبیر نے خفیف سا سر جھٹکا۔

"میں نے تمہاری دی ہوئی فائل پڑھیں اور میں تمہارے ساتھ کام کرنے پہ راضی ہوں۔" وہ جو نادر سے گاڑی بھیجنے کا کہہ رہا تھا اس کی بات سن کر چپ ہوا۔

"بہت شکریہ لیکن یہ میرے دوست کا گھر ہے۔ میرا یا آپ کا آفس نہیں۔ میں نے آپ سے کہا تھا اگر ڈیل منظور ہو گی تو اس پہ لکھے گئے ایڈریس پہ پہنچ جایئے گا۔"

وہ اتنا کہہ کر رخ پھیر گیا۔ کافی تو پوچھی نہیں ڈیل کریں گی۔ وہ بگڑے موڈ کے ساتھ جوتے پہن رہا تھا۔

"ٹھیک ہے میں تمہارے آفس چلتی ہوں۔" قاسم ہر چیز سے بے نیاز کافی پی رہا تھا۔ انداز محتاط تھا کہ کسی بھی وقت وہ لڑیں تو صلح کروائی جا سکے۔

"میں آفس نہیں جا رہا۔ یہ ورک پلیس نہیں ہے میڈم اس لیے مجھ سے اس بارے میں بات نہ کریں۔" وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ مدیحہ بھی ساتھ ہی اٹھی۔

www.novelsclubb.com

"کبیر معاملہ بہت سنگین ہے۔ تم اتنے ریلیکس کیوں ہو؟ مزاق ہے یہ؟" اب اسے غصہ آنے لگا تھا۔

"مزاق کہاں بزنس ڈیل ہے یہ۔ آپ کو منظور ہے تو اس پتے پہ چلی جایئے گا۔ اور پھر ہم کریں گے ٹیبل ٹاک۔ ٹیبل ٹاک یو نو۔" مدیحہ چند لمحے اسے دیکھتی رہی پھر پاؤں پٹختی چلی گئی۔ وہ سیڑھیوں پہ کھڑی تھی پھر اس نے موبائل پہ تازہ محفوظ کیے گئے نمبر پہ ایک میسج بھیجا۔

وہ چلی گئی تو کبیر قاسم کی طرف گھوما۔ اس کے تاثرات بہت سخت تھے۔ قاسم نے سرسری سی نگاہ اس پہ ڈالی۔

"کیا؟" اس نے کبیر کے مسلسل گھورنے پہ سوال کیا۔

"وہ کسی بھی وقت ایسے ہی چلی آتی ہیں یہاں؟" قاسم نے اثبات میں سر ہلایا۔

"اور تم کسی بھی وقت ایسے ڈرنک کر لیتے ہو؟" قاسم بالکل ساکت ہو گیا۔ اسے کیسے پتہ چلا؟

"نہیں۔"

"کب سے پی رہے ہو تم؟"

"کب سے جانتے ہو تم؟"

"سات سالوں سے۔" کبیر نے جواب دیا۔ قاسم گہری سانس لے کر بولا۔

"میں پندرہ سالوں سے شراب پی رہا ہوں۔ بیس سال کی عمر سے۔" کبیر نے تاسف سے اسے دیکھا۔ قاسم ڈھیٹ بنا بیٹھا رہا۔

"ایک عورت جو تم پہ اتنا اعتماد کرتی ہے۔ جو کسی بھی وقت تمہارے گھر آنے جانے میں خود کو محفوظ فیل کرتی ہے۔ اسے اس بارے میں پتہ چلے گا تو وہ کیا سوچے گی؟ کہ ایک شرابی کے گھر وہ اتنے آرام سے پھرتی رہتی ہے۔" قاسم واپس لیٹ گیا۔ اس کا سر بھاری ہو رہا تھا۔

"یار میں روز روز تو یہ کام نہیں کرتا اور میں اپنے ہوش و حواس میں رہتا ہوں۔ ہاں یہ بات بہت غلط ہے کہ مدیحہ انجان ہے۔" قاسم کو تھوڑا سا برا ضرور لگا تھا۔ کبیر کا دماغ خراب ہو رہا تھا اس کی ڈھٹائی پہ۔

"پھر تم اسے منع کرو کہ جس گھر میں سوائے ایک غیر مرد کے کوئی نہ رہتا ہو۔۔۔ وہ بھی ایک نشے میں دھت رہنے والا مرد۔ وہ اس گھر میں اکیلے آنے جانے سے پرہیز کرے۔ تم نہیں بتاؤ گے تو میں بتا دوں گا۔ اینڈ آئی مین اٹ قاسم مرزا۔" کبیر نے انگلی اٹھا کر اسے وارن کیا۔ وہ چپ رہا۔ کبیر کی گاڑی آ گئی تھی وہ جانے لگا مگر قاسم کی آواز پہ اس کے قدم رکے۔

"میں پینا چھوڑ دوں گا۔ تم اسے کچھ نہیں بتاؤ گے۔" وہ دھیرے سے بولا۔ جیسے اپنے فیصلے پہ خود بھی حیران ہو۔ "میں گھر میں پینا چھوڑ دوں گا۔"

www.novelsclubb.com

"اور تم اس سے اپنے گھر کی چابی بھی واپس لو گے۔یوں دندناتی ہوئی وہ اس وقت بھی داخل ہو سکتی ہے جب تم باہر سے پی کے آرہے ہو گے۔خدا حافظ۔" وہ رکا نہیں وہاں سے نکلتا چلا گیا۔ ایک طرف دوست تھا تو دوسری طرف وہ۔۔۔اور دونوں اپنی جگہ بہت غلط تھے۔ایک انجان تھی تو دوسرا جانتے بوجھتے بیوقوفی کر رہا تھا۔آخر وہ دونوں سمجھتے کیوں نہیں کہ ایک مرد اور عورت کا یوں بے تکلف رہنا دنیا کی نظر میں کیا ہے۔قاسم لاکھ کردار کا پکا ہو لیکن آخر ہے تو وہ ایک مرد ناں،اور نشے میں دھت ایک مرد کا اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ممبئی کے اپارٹمنٹ میں جھانکو تو ہانیہ مراد گیسٹ روم کے ڈریسنگ روم میں کھڑی ہیلز پہن رہی تھی۔آج اس نے شیفون کی سیاہ رنگ کی ساڑھی زیب تن کی تھی۔سمو کی آئی میک اپ پہ اس نے نیوڈ شیڈ لپ اسٹک لگا کر بالوں کو کھلا چھوڑ دیا۔ایک آخری نگاہ اس نے خود پہ ڈالی وہ نظر لگ جانے کی حد تک حسین لگ رہی تھی۔ایسے مواقع کم ہی آتے تھے کہ وہ اتنی محنت سے تیار ہوتی۔آج ایان کے کچھ دوستوں کی طرف سے پارٹی آرگنائز کی گئی تھی جس میں ان دونوں کا شریک ہونا لازمی تھا۔اس کے بزنس پارٹنر بھی انوائیٹڈ تھے۔

www.novelsclubb.com

بے دلی سے اس نے میک اپ کو آخری ٹچ دیا پھر بچوں کے کمرے کی جانب گئی۔ وہ ڈنر کر چکے تھے تو سونے کے لیے لیٹ گئے۔ ہانیہ نے ایک گہری سانس لی۔ اس دن کے واقعے کے بعد وہ گیسٹ روم میں شفٹ ہو گئی تھی۔ ایان نے بھی اعتراض نہیں کیا۔ اسے کیا اعتراض ہو سکتا تھا بھلا؟ یاشم کو تیز بخار تھا۔ ہانیہ نے اس کی پیشانی پہ ہاتھ رکھا اب بخار کچھ کم ہو گیا تھا۔ بہت معمولی سا اثر ہوا تھا وہ اس حالت میں نہیں تھا کہ اسے چھوڑ کر کہیں جایا جا سکے۔

"تم تیار ہو گئی؟" ایان جو جانے کہاں غائب ہو گیا تھا۔ اس کے پیچھے کھڑا اچانک سے بولا۔ ہانیہ پریشان چہرہ لیے اس کی جانب گھومی۔ وہ جو ہاتھ میں گھڑی پہن رہا تھا لمحے بھر کے لیے مبہوت ہو کر رہ گیا۔ خوبصورت نقوش کو مزید خوبصورت بنائے وہ پورے قد سے اس کے سامنے کھڑی تھی۔ ہانیہ نے خود کو اس طرح دیکھے جانا نوٹ نہیں کیا۔

"ایان ایسا نہیں ہو سکتا کہ صرف آپ چلے جائیں؟ یاشم کو بہت تیز بخار ہے۔ واپسی خدا جانے کب ہو گی اگر خدانخواستہ کوئی مسئلہ ہو گیا تو؟"

وہ فکر مندی سے کہے جا رہی تھی اور ایان بس بے خود سا ہو کر اسے دیکھ رہا تھا۔ کھلے بال لہراتے ہوئے اس کے سینے اور کندھے پہ آ پھسلے تھے۔ ایک لٹ مسلسل گال کو چھوئے جا رہی تھی ایان نے آگے بڑھ کر اسے پیچھے کیا۔ ہانیہ ٹھٹھکی۔

"میں آپ سے کچھ کہہ رہی ہوں ایان۔" ہانیہ نے اب کے سختی سے کہا تو جیسے وہ ہوش میں آیا۔
"دو گھنٹے کی بات ہے۔ تمہارا جانا ضروری ہے اس لیے ہی لے جا رہا ہوں۔ نہ ہوتا تو فورس کیوں کرتا؟ ویسے بھی دونوں سو گئے ہیں۔ اب چلو نیچے میں ویٹ کر رہا ہوں تمہارا۔" وہ اپنے ازلی اکھڑے انداز میں واپس آکر بولا۔ ہانیہ نے بس سر ہلایا۔ ایک نظر بچوں پہ ڈال کر وہ اس کے پیچھے ہی چل دی۔

جس جگہ پارٹی کا انتظام کیا گیا تھا وہ ممبئی کا ایک بہت پاپولر روف ٹاپ بار تھا۔ وہ پارکنگ میں رکے وہاں ویلٹ پارکنگ سسٹم تھا۔ ایان نے گاڑی کی چابی گارڈ کو پکڑا دی۔ ایان اس کا ہاتھ تھامے آگے بڑھ آیا۔ رات نو بجے کا وقت ہوا تھا اور اس وقت اس بار میں بے حیائی اپنے عروج پہ رہتی تھی۔ نازیبا لباس پہنے لڑکیاں ادھر سے ادھر پھر رہی تھیں۔ اس بے حیائی کا حصہ ہر مذہب کی لڑکیاں بنی ہوئی تھیں۔ یہ بتانا مشکل تھا کہ اس میں ہندو مذہب سے تعلق رکھنے والی لڑکی کون تھی۔ مسلم، عیسائی اور سکھ کون؟ ایک طرف ڈھیر ساری کرسیاں اور میز رکھی گئی تھیں۔ دوسری طرف دنیا میں ہر قسم کی پائے جانے والی شرابیں موجود تھیں۔

وہ اسے لیے ٹیرس نما جگہ پہ آیا جہاں ایک شاندار ڈنر کا اہتمام کیا گیا تھا۔ چھوٹی چھوٹی ٹولی بنائے لوگ دنیا سے غافل ہلکے چلتے میوزک پہ ہل رہے تھے۔ اونچے اونچے قہقہے، ایک دوسرے سے

www.novelsclubb.com

ٹکراتے کچھ سافٹ ڈرنکس تو کچھ حرام مشروبات کے گلاس۔ہانیہ کے لیے کچھ نیا نہیں تھا۔وہ شروع سے ہی ایلیٹ کلاس سے تعلق رکھتی تھی اس لیے نہ اسے کچھ ناگوار گزرا نہ ہی برا لگا۔وہ اعتماد سے چلتی ہوئی ایک خالی میز پہ بیٹھی۔ایان بھی اس کے ساتھ ہی بیٹھا۔ٹیرس کے سامنے کا منظر بہت خوبصورت تھا۔ ممبئی شہر کی اونچی اونچی عمارتیں جگمگا رہی تھیں۔ہلکی ہوائیں سکون بخش رہی تھیں۔پارٹی کا ہوسٹ ابھی آیا نہیں تھا شاید۔عین اسی وقت کوئی وہاں داخل ہوا۔

گہرے نیلے رنگ کے سلک کے مغربی طرز کے ٹخنوں تک آتے لباس میں ملبوس جس کی آستینیں نہ ہونے کے برابر تھیں۔کندھے کے قریب اڑتی ہوئی تتلی واضح ہوئی۔بالوں کو کرلی کیے وہ کافی اونچی ہیلز پہنے چلی آرہی تھی۔اس کا ایک ایک قدم اعتماد سے بھرپور تھا۔آنکھوں میں غرور تھا۔دلکشی تھی۔وہ لوگ جو دنیا سے غافل تھے۔اب اس کے دائیں بائیں چلتے نظر آرہے تھے۔وہ ہر کسی سے بے نیاز ہاتھ میں لاکھوں کا بیگ لیے بڑھ رہی تھی پھر رک کر چند لوگوں کے ساتھ سیلفی لی۔

"تمہیں نہیں لگتا تمہارے کزن نے اس عورت کو چھوڑ کر غلطی کر دی۔"ہانیہ نے چونک کر ایان کو دیکھا۔وہ اسے نہیں دیکھ رہا تھا۔وہ ٹانگ پہ ٹانگ جمائے سامنے کھڑی رابیل ملک کو دیکھ

www.novelsclubb.com

رہا تھا۔ ہوس بھری نظریں خود کے لیے اٹھیں یا دوسروں کے لیے عورت ہمیشہ اُسے پہچان لیتی ہے۔ کچھ اندر بہت زور سے ٹوٹا تھا مگر اس نے ضبط کیا۔ کون سا یہ پہلی بار تھا؟

"میرے بھائی کو استعمال شدہ چیزیں اپنے پاس رکھنے کی عادت نہیں۔" کچھ تھا اس کے لہجے میں جو ایان مسکرایا۔ اس کا بزنس پارٹنر آ گیا تھا وہ اٹھ کر اس کے قریب گیا۔ اب وہ اسے ہانیہ سے ملوا رہا تھا۔ اس نے ہانیہ کے ہاتھ کی پشت کو چومنا چاہا مگر ہانیہ بس دور سے ہی ملی مسکرانے کی کوشش بھی نہیں کی۔ وہ ہر کسی سے ہنس کر بات نہیں کیا کرتی تھی۔ یہ بھی اس نے کسی سے سیکھا تھا۔ کسی بہت اپنے سے جو آج ہندوستان میں ایک ستارہ بن کے چمک رہی تھی۔ ایک منٹ کہیں وہ جرنلسٹ تو نہیں؟ جسے بیوٹی کوین کہا جاتا ہے؟

"تمہاری بیوی اتنی حسین ہے اب سمجھ آ رہا ہے تم اسے اتنا چھپا کر کیوں رکھتے ہو۔ کبھی کسی سے ملوایا ہی نہیں۔" وہ ہانیہ کو گھورتے ہوئے بولا۔ ایان کے تاثرات اچانک ہی بدلے وہ کچھ سخت کہنے جا رہا تھا مگر ویٹ سامنے ہانیہ مراد تھی۔

"ایان مجھے چھپا کر نہیں رکھتے۔ میں بس اپنے معیار کے مطابق لوگوں سے ملتی ہوں۔"

"اچھی بات ہے پھر ہم آپ کے معیار پورے اترے کہ نہیں؟" وہ جیسے محظوظ ہوا۔

www.novelsclubb.com

"میں آپ سے آئندہ زندگی میں نہ ملنے کی ٹھان چکی ہوں۔آگے آپ خود سمجھدار ہیں۔ایکسیوز می۔"اس کی بات سے زیادہ وہ اس کے بے نیازی اور لہجے پہ جل گیا تھا۔ایان تھوڑا سا مسکرایا۔ ہانیہ وہاں سے ہٹ چکی تھی۔آج وہ اسے کئی سالوں کے بعد ہانیہ مراد نہیں بلکہ ڈاکٹر ہانیہ مراد لگی تھی۔شادی سے پہلے وہ اس سے بہت دفعہ مل چکا تھا اس وقت وہ بہت پر اعتماد ہوا کرتی تھی۔ شادی کے وقت سے اب تک اس نے ہانیہ کو ڈرا سہا ہی پایا تھا۔

ہانیہ کا موڈ پہلے بھی اچھا نہیں تھا اب مزید خراب ہو گیا تھا۔وہ سختی سے لب بھینچے واپس اسی کرسی پہ جا کر بیٹھ گئی۔اپنے اوپر گندی نگاہ اٹھانے والے ہر شخص کو اس کی اوقات یاد دلانے کے لیے اسے کسی ایان مرتضیٰ کی ضرورت نہیں تھی۔

وہ بارٹینڈر سے کھڑا کچھ کہہ رہا تھا جب کسی نے دلکشی سے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھا۔ایان نے پلٹ کر دیکھا رابیل کھڑی تھی۔ایان اسے دیکھ کر مسکرایا پھر کندھے پہ رکھے اس کے ہاتھ کو لبوں سے لگایا آنکھیں مسلسل اس کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھیں۔

"کیسے ہو؟سوچا ایک پرانے دوست کو بتا دوں کہ میں اسے بہت یاد کرتی ہوں۔"ایان دھیرے سے مسکرایا۔

"دوست بھی تمہیں بہت یاد کرتا ہے۔آج کل کیا کر رہی ہو؟کون سی ڈرنک؟"

"اسکاچ آف کورس۔ کسی نئے پروجیکٹ کے انتظار میں ہوں۔" ایان نے اسے گلاس تھمایا۔

دور کھڑی ہانیہ کسی سے بات کرتے ہوئے مسلسل اسے دیکھ رہی تھی۔ایان نے اس کی جانب دیکھا۔دونوں کی نظریں ملیں وہ رخ موڑ گئی۔

"کچھ دن پہلے میں تمہاری بیوی سے ملی تھی۔ تم دونوں کی علیحدگی ہونے والی ہے؟" رابیل نے اس کی محویت محسوس کرتے ہوئے کہا۔

"یہ اس کے بھائی کی خوش فہمی ہے بس۔ میرا اور ہانیہ کا ایسا کوئی ارادہ نہیں۔"

"اس کے بھائی سے زیادہ مجھے اسی کا ارادہ لگتا ہے۔وہ تمہیں پسند نہیں کرتی۔ پھر تم کیوں اس کی ذرا سی توجہ کے لیے پریشان رہتے ہو؟ ایسا بھی کیا ہے اس میں؟" ایان نے اب تک اس سے نظریں نہیں ہٹائی تھیں۔

"غور سے دیکھو اسے۔ جو اس میں ہے کیا وہ کبھی کسی اور میں مل سکتا ہے؟ کبھی نہیں۔ محبت وغیرہ پہ یقین نہیں کرتا میں ہاں مگر اسے بہت پسند کرتا ہوں۔ مجھے وہ سخت زہر لگتی ہے جب بھی وہ کبھی کبیر کی حمایت میں بولتی ہے اور یہ اتنی بڑی بات نہیں کہ اسے چھوڑ دیا جائے۔ وہ ایک اچھی بیوی ہے۔ اچھی ماں ہے۔ اسے چھوڑ دیا تو پھر کیا رہ جائے گا زندگی میں؟"

www.novelsclubb.com

"تمہارے چلتے پھرتے افئیرز کے بارے میں جانتی ہے وہ؟اور اگر اتنا ہی پسند ہے تو دوسری جگہ جانے کی کیا ضرورت پیش آجاتی ہے؟"وہ دونوں جانتے تھے کہ وہ کس بارے میں بات کر رہی ہے۔ایان نے گہری سانس لی۔

"میں ایک بزنس مین ہوں۔میرے آدھے سے زیادہ افیئرز ایک ڈیل کے سوا کچھ نہیں ہوتے۔ وہ یہ بات نہیں سمجھتی۔ہاں مگر ایک بات جو مجھے بہت چبھتی ہے وہ یہ کہ اسے میری باقی سب سرگرمیوں کا علم بہت بعد میں ہوا ہے۔شادی کے شروع کے دنوں میں بھی وہ بہت کم بولتی اور ہنستی تھی۔مجھے لگا شاید اس کا مزاج ہی ایسا ہے لیکن وہ میرے علاوہ باقی کے لوگوں کے ساتھ بہت ٹھیک طرح رہنے لگی تو مجھے کچھ بہت عجیب لگا۔بہت عجیب سی وائب ہو گئی تھی اس کی۔ شادی سے پہلے میں ایک دو دفعہ ملا تھا ہانیہ سے تب وہ ایسی نہیں تھی،پھر ہماری شادی بھی تو کن حالات میں ہوئی۔"رابیل کو اس لڑکی سے حسد محسوس ہوا۔اس کی حمایت میں سارے مرد کیوں کھڑے رہتے تھے؟اس میں ایسا بھی کیا تھا؟

"مجھ سے کبیر نے سرسری ساذکر کیا تھا کہ شادی سے پہلے وہ کسی کو بہت پسند کرتی تھی۔کئی سالوں تک وہ ساتھ ہی رہے تھے،تم جانتے ہوناں ساتھ رہنے کا نیا ٹرینڈ۔کچھ ہو گیا تھا دونوں کے درمیان تو بریک اپ ہو گیا اور تم سے شادی جن حالات میں ہوئی ہے وہ تو تم جانتے ہی ہو۔

خدا جانے کس نوعیت کا تعلق تھا کبیر تو غیرت کے مارے چپ ہو گیا تھا۔ہانیہ براؤن گرل ہے۔ تم تو جانتے ہی ہو براؤن گرلز موو آن کہاں کر پاتی ہیں؟ میرا مطلب ہے کہیں وہ....اچھا چھوڑو۔ تم یہیں شفٹ ہو رہے ہو؟ ممبئ؟" ایان کے تاثرات اچانک ہی بدلے۔ چہرہ یکدم ہی سپاٹ ہوا۔

"ہاں۔" اب کے وہ بولا تو آواز بھی بدلی ہوئی تھی۔ رابیل نے مسکراہٹ چھپانے کے لیے گلاس لبوں سے لگایا۔

"میری باتوں پہ اتنی توجہ مت دینا۔ خیر میں تو ماضی کے تعلقات کو اتنا اہم نہیں سمجھتی۔ ملتے رہا کرو پرانی یادیں تازہ کریں گے اور کچھ پرانے زخموں کو بھریں گے بھی جیسے آج میں نے ایک پرانے زخم پہ مرہم لگایا ہے۔"

اس نے اس کے گال پہ ہاتھ کر کہا اور ایک ادا سے آگے بڑھ گئی۔ اس دن کی بے عزتی کا حساب آج برابر ہوا ہانیہ مراد۔ اگر میں بے وفائی کر رہی تھی تو بٹی ہوئی تم بھی ہو۔ ایان اس کی بات نہیں سمجھ سکا تھا وہ شروع سے ہی بے وقوف تھا۔ اس میں اتنی ہی عقل ہوتی تو وہ ایک محفل میں کھڑا اپنی شادی شدہ زندگی نہ ڈس کس کر رہا ہوتا۔

ایان لاکھ افئیر زرکھنے والا ہو مگر وہ جس کسی کے بھی ساتھ رہتا اس کا ماضی اسے بہت کلین چاہیے ہوتا تھا۔جب گرل فرینڈز کے معاملے میں وہ اتنا بھڑک اٹھتا تھا پھر یہاں تو معاملہ غیرت کا تھا ہی۔وہ گھونٹ بھرتی ہنستی جارہی تھی بالکل کسی سائیکو پیتھ کی طرح۔آج جشن منانے کی رات تھی۔'اوہ ہانیہ تم کتنی بیوقوف ہو۔'

ایان کاؤنٹر پہ کھڑا مسلسل حرام مشروب اپنے اندر اتار رہا تھا۔رگوں میں آگ سی تھی جو بھڑک اٹھی تھی۔بہت دنوں کے بعد آج اسے ہانیہ میں دلچسپی محسوس ہوئی مگر نہیں۔وہ عورت اس قابل ہی نہیں تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

مدیحہ وہاں سے نکل کر سیدھا میٹرو اسٹیشن گئی تھی۔اس فائل پہ بس یہی پتہ لکھا تھا اس کے سوا کچھ نہیں تھا۔کبیر نے کہا تھا کوئی پارسل رکھا ہے وہاں مگر اسے تو کچھ نہیں ملا ایسا۔ٹکٹ کاؤنٹر سے ٹکٹ لے کر وہ اسٹیشن پہ موجود اے ٹی ایم کے پاس کھڑی اطراف میں دیکھ رہی تھی۔دہلی کے کچھ ہی میٹرو اسٹیشن پہ اے ٹی ایم ہوتے تھے۔اسے بہت دیر سے محسوس ہو رہا تھا کہ کوئی اس کے پیچھے ہے مگر کون؟وہ محتاط انداز میں قدم اٹھاتی لفٹ کی جانب آگئی۔مدیحہ آس پاس دیکھ رہی تھی کہ کوئی تو نظر آجائے جو اسے گھور رہا تھا۔وہ لفٹ کے باہر کھڑی تھی۔اس لفٹ کا

www.novelsclubb.com

انتظام ضعیف لوگوں کے لیے کیا گیا تھا جو سیڑھیاں نہیں چڑھ اور اتر سکتے تھے مگر وہاں پرواہ کسے تھی۔ وہ اسی طرح چوکنی سی لفٹ میں گھسی اور پلیٹ فارم پہ آگئی۔ اسے اب بھی محسوس ہو رہا تھا وہ کسی کی نظروں کے حصار میں ہے۔ لوگوں کا آنا جانا لگا تھا۔ وہ چپ چاپ آگے بڑھتی جا رہی تھی۔ لوگوں کے ہجوم میں کوئی تیزی سے اس کے پیچھے چلنے لگا۔ مدیحہ تقریباً سانس روکے اس کے جوتوں کی آواز سن رہی تھی۔ کسی نے اس کے ہاتھ میں ایک سوٹ کیس پکڑایا اور بغیر اس کی جانب دیکھے سامنے دیکھتے ہوئے لوگوں کے ہجوم میں غائب ہو گیا۔ مدیحہ کا دل دھک سے رہ گیا۔ کالی پینٹ شرٹ پہ کانوں میں بلوٹوتھ لگائے وہ کوئی تیس پینتیس سال کا آدمی تھا۔ جس نے ایک بار بھی پلٹ کر اسے نہیں دیکھا تھا۔

مدیحہ نے آس پاس دیکھا وہ جس جگہ کھڑی تھی کیمرے کا رخ اس کی طرف نہیں تھا۔ وہ لوگوں کی نگاہوں اور کیمرے کی نگاہ سے بچ کے نکلا تھا۔ یعنی وہ اتنی دیر سے موقعے کی تلاش میں تھا۔

مدیحہ کے ہاتھ سے وہ بھورے رنگ کا چھوٹا سا سوٹ کیس چھوٹ کے نیچے گرا۔ اس کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ اس میں کچھ بھی ہو سکتا تھا۔ وہ شخص کوئی دہشتگرد بھی ہو سکتا تھا۔ ایک لمحے کے لیے بس ایک لمحے کے لیے اس آدمی نے پلٹ کر مدیحہ کو دیکھا پھر سر ہلکا سا خم کر کے

سلام کیا اور وہاں سے نکلتا چلا گیا۔ مدیحہ کا موبائل رنگ ہوا تو اس نے بغیر نمبر دیکھے کان سے لگا یا۔

"آپ کا پارسل آپ کو مل چکا ہے۔ اس لیے وہاں سے فوراً باہر جائیں۔" کبیر کی آواز نے اس کی دھڑکن روکی۔ وہ شاید مصروف تھا۔ اس کے ہاتھ لرز رہے تھے۔ اسے لگ رہا تھا کہ کسی بھی وقت اس کے ہاتھ سے موبائل گر جائے گا۔

"کبیر۔" وہ اتنے دھیرے بولی کہ کبیر مشکل سے ہی سن سکا۔ وہ ایک لمحے کے لیے رکا۔ اس نے مدیحہ کا خوف محسوس کر لیا تھا۔

"ٹرسٹ می۔" وہ بہت دھیرے سے بولا۔ یقین دلاتا ہوا لہجہ۔ مدیحہ کو تھوڑی راحت محسوس ہوئی۔ ڈھارس ملی۔

"واپس آجائیں۔" وہ کچھ اور بھی کہہ رہا تھا مگر مدیحہ نے موبائل کان سے ہٹا دیا۔ اس نے ایک گہری سانس لے کر اپنے اعصاب پر سکون کیے۔ پھر اعتماد سے گردن اٹھائے وہ وہاں سے نکلتی چلی گئی۔ اس کی دھڑکن اب بھی بہت تیز تھی۔ اس نے اس نوعیت کا کام پہلے نہیں کیا تھا۔ کبیر کو جی بھر کے گالیاں دیتی وہ گاڑی میں بیٹھی۔

www.novelsclubb.com

وہ ایک جرنلسٹ ہے۔وہ بھی بہت خوبصورت۔کوئی جاسوس تو ہے نہیں۔اگر خدانخواستہ اس کا ہارٹ سسٹم فیل ہو جاتا تو؟کمینہ نا ہو تو۔اس نے اپنا موبائل اٹھایا اب وہ ایک وائیس میسج بھیج رہی تھی۔

"خدا کرے تمہاری میگی کے پیکٹ میں مصالحہ نہ نکلے کبیر مراد۔خدا کرے تمہارا موبائل گر کے ٹوٹ جائے۔خدا کرے جب تم سفید شرٹ پہنو تو کوئی پان کھا کر تھوک دے۔خدا کرے جب تم باہر نکلو تم تمہارے پیچھے گلی کے کتے لگ جائیں۔" وہ ایسی کئی 'خدا کرے' سے شروع ہونے والی بددعائیں دے کر اب ڈرائیو کر رہی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

جس وقت وہ واپسی کے لیے نکلے رات کے تقریباً تین بج چکے تھے۔ہانیہ پریشان سی گاڑی میں بیٹھی گزرتے منظر کو دیکھ رہی تھی۔اسے اس وقت بس یاشم یاد آ رہا تھا۔اس لمحے اسے سب بھول گیا تھا۔اس کے ساتھ بیٹھا ایان بہت گم صم سا گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا۔بالکل غیر ارادی طور پہ اس نے اپنا ہاتھ ہانیہ کے ہاتھ پہ رکھا وہ اپنے خیال سے چونکی۔اس نے دھیرے سے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ سے نکالا۔

"یہ کیا طریقہ ہے ہانیہ؟" وہ اسے دیکھے بغیر بولا۔ہانیہ نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔

"کیا؟"

"ہاتھ کیوں چھڑایا؟"

"کیا فرق پڑتا ہے؟ایک دن میں دس لوگوں کا ہاتھ پکڑتے ہیں ایک نے چھڑا لیا تو کیا مسئلہ ہو گیا ؟"ایان نے کچھ بھی کہے بغیر گاڑی کی اسپیڈ بڑھائی۔ہانیہ نے دھیان نہیں دیا۔اب گاڑی ہواؤں سے بات کرنے لگی تھی۔ہانیہ کو تھوڑا سا خوف محسوس ہوا ایان نشے میں دھت تھا اگر گاڑی کہیں لگ جاتی تو؟

خیر اللہ کر کے وہ گھر پہنچ چکے تھے۔ہانیہ تیزی سے نکل کر اندر گئی۔بچوں کے کمرے میں داخل ہوئی تو کسی کی دبی دبی سے سسکیوں کی آواز آئی۔ہانیہ نے لائیٹ آن کی۔یاشم بیڈ پہ بیٹھا گھٹنوں پر سر رکھے سسکیاں لے رہا تھا۔اس کا جسم ہولے ہولے لرز رہا تھا۔ہانیہ بھاگ کر اس کے پاس گئی۔

"یاشم میری جان کیا ہوا؟ادھر دیکھو مما آگئی ہے ناں۔"اس کا جسم کسی تندور کی مانند دہک رہا تھا۔وہ ہانیہ کے سینے سے لپٹ گیا۔اس میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ کچھ بولتا۔ہانیہ نے دھیرے سے اس کا سر تھپکا۔

www.novelsclubb.com

"کچھ نہیں ہوتا۔آپ میرے اسٹرانگ بچے ہو ناں۔ مما ابھی آپ کو دوا دے گی اور آپ بالکل ٹھیک ہو جائیں گے۔" وہ اسے الگ کرتے ہوئے ہٹی۔ایسی صورتحال کے لیے اس نے کئی دوائیں اور انجیکشن اپنے پاس ہی رکھے تھے۔وہ ایک ٹیبلیٹ لے کر اس کے پاس آئی۔ماہی کے برعکس یاشم اس کا بہت سمجھدار اور پیارا بیٹا تھا۔اس نے کبھی کسی بھی معاملے میں ماں کو تنگ نہیں کیا تھا۔اگر وہ اس طرح سے رو رہا تھا تو ضرور وہ سخت تکلیف میں مبتلا تھا۔اس نے دوا تو ٹائم پہ ہی دی تھی پھر بھی اس کا بخار نہیں گیا۔وہ جانتی تھی بخار کا زور دوا سے نہیں ٹوٹے گا۔اسے پٹیاں رکھنے کی ضرورت ہے۔ مگر وہ اس سے پہلے اپنے اس لباس سے پیچھا چھڑانا چاہ رہی تھی۔

"آج یہیں رک جائیں۔بہت ڈر لگ رہا ہے۔" وہ اس کا لحاف درست کر کے اٹھنے لگی تھی جب یاشم نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے روکا۔وہ دھیرے سے مسکرائی اور جھک کر اس کی پیشانی چومی۔

"میں آپ کے پاس ہی آرہی ہوں۔بس یہ کپڑے تبدیل کرلوں۔میں کہیں نہیں جارہی ہوں۔" وہ جانے لگی تھی جب یاشم کی آنکھوں میں نمی چمکنے لگی۔ہانیہ بالکل ٹھہر گئی۔وہ بے آواز روتے ہوئے مسلسل نفی میں سر ہلا رہا تھا۔ہانیہ کے دل پہ جیسے کسی نے اپنا پاؤں رکھ دیا۔وہ وہیں اس کے پاس بیٹھ گئی۔اپنی گود میں اس کا سر رکھے اب وہ اس کا آنسو صاف کر رہی تھی۔

اس عرصے میں ایان کا کوئی پتہ نہیں تھا۔اسے یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ وہ اپارٹمنٹ آیا بھی تھا یا نہیں۔وہ دھیرے دھیرے اس کے بالوں میں انگلیاں پھیر رہی تھی۔وہ اب رو نہیں رہا تھا مگر اسے نیند بھی نہیں آ رہی تھی۔ جسم تھا کہ آگ کی طرح جھلسا جا رہا تھا۔

"یاشم بچہ یہیں رہو۔میں پانی لے کر آتی ہوں۔ابھی آپ کی پٹیاں کر دوں گی تو آپ ٹھیک ہو جائیں گے۔"اس نے سر ہلا کر جانے کی اجازت دی۔ہانیہ نے ہزار دفعہ لعنت بھیجی خود پہ وہ کیوں اسے اس حال میں چھوڑ کر گئی؟ صبح ہوتے ہی وہ اسے ہاسپٹل لے جائے گی۔اس نے سامنے دیکھا دروازے پر ایان ایستادہ تھا۔

"باہر آؤ تم سے بات کرنی ہے۔"وہ اس کے قریب آ کر بولا۔

"آپ چلیں میں تھوڑی دیر میں آتی ہوں۔اسے بہت تیز بخار ہو رہا ہے۔یہ سو جائے پھر آ جاتی ہوں۔"یاشم نے اس کا ہاتھ زور سے پکڑا ہوا تھا۔

"مجھے ابھی اسی وقت بات کرنی ہے ہانیہ۔"اس کے لہجے میں کچھ تھا جو ہانیہ ٹھٹھک گئی۔اس نے دھیرے سے اپنا ہاتھ یاشم کے ہاتھ سے باہر نکالا۔

"مما جلدی آ جائے گی۔"اس نے جھک کر اس کی پیشانی چومی۔یاشم کی ملتجی آنکھوں میں ڈھیر سارا پانی بھر گیا۔

www.novelsclubb.com

"مت جائیں۔ پلیز۔" اس نے اٹھنے کی کوشش کی مگر نقاہت کی وجہ سے اٹھ نہیں سکا۔ ہانیہ کے دل کو کچھ ہوا۔ وہ ایان کی جانب گھومی ابھی کچھ بولنے کے لیے اس نے منہ کھولا تھا کہ ایان نے اس کا بازو دبوچا اور اپنے ساتھ گھسیٹتے ہوئے لے گیا۔ پیچھے سے یاشم کے زور زور سے رونے کی آوازیں آرہی تھیں۔

"کیا بکواس ہے یہ میرا بازو چھوڑیں۔ میرا بچہ بیمار ہے ایان کیا ہو گیا ہے۔" وہ روہانسی ہو کر بول رہی تھی۔ ایان نے اسے کمرے میں دھکا دیا اور اپنے پیچھے دروازہ بند کر دیا۔ ہانیہ نے لپک کر دروازہ کھولنا چاہا جب ایان نے اسے اپنی جانب کھینچا اور ایک زوردار تھپڑ اسے مارا۔ ایک لمحے کے لیے ہانیہ مراد کی دنیا رک گئی۔ وہ بے یقینی سے گال پہ ہاتھ رکھے اسے دیکھ رہی تھی جو اپنے ہوش و حواس میں نہیں تھا۔

www.novelsclubb.com

"اگر ایک قدم بھی تم نے یہاں سے آگے بڑھایا تو میں تمہارا وہ حشر کروں گا جو تم نے سوچا بھی نہیں ہو گا۔" ایان نے انگلی اٹھا کر اسے وارن کیا۔ ہانیہ ساکن نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ اس کے اندر غصے کا ابال اٹھا تھا جسے وہ دبا گئی۔ اگر وہ ابھی ضد کرتی یا کوئی جواب دیتی تو وہ اسے باہر نہیں جانے دیتا۔

"آئی ایم سوری۔ مجھے بس باہر جانے دیں میرا بچہ رو رہا ہے۔" اس نے بھیگی آنکھوں سمیت اپنے ہاتھ جوڑ دیے تھے اس کے سامنے۔ ایان نے اس کے بندھے ہوئے ہاتھ کھولے۔ ہانیہ کو اس کا چھونا بہت عجیب لگا۔ بہت زیادہ!

"فار گاڈ سیک ایسے ری ایکٹ کرنا بند کرو جیسے میں نے بہت بڑا پہاڑ توڑ دیا ہو تم پر۔ میں بس تم سے بات کرنا چاہ رہا ہوں اور تم تمہیں سمجھ کیوں نہیں آرہا؟ بچہ ہے روئے گا ہی۔ اب چپ کر کے میری بات کا جواب دو۔"

"پوچھیں۔" اس نے ضبط کیا۔

"گاڑی میں کیا کہہ رہی تھی تم؟"

"کیا کچھ غلط کہہ رہی تھی؟ میں بیوقوف ہوں یا مجھے آپ کے افئیرز اور آپ کی شادی کا نہیں پتہ۔ وہ بھی کوئی سترہ اٹھارہ سال کی لڑکی سے۔" ایان نے تاسف سے سر جھٹکا۔ اس لیے ہی وہ کبیر سے اتنی شدید نفرت کرتا تھا۔ اگر وہ ہانیہ کو خود سے بتاتا تو وہ سمجھتی نجانے کبیر نے اس سے کیا اور کس طرح بتایا ہوگا۔

"کم آن وہ پچیس سال کی ہے۔ جس نے بھی یہ خبر دی ہے اس سے کہو پوری معلومات نکالا کرے۔"

"پھر بھی آپ سے وہ بارہ سال چھوٹی ہے۔اور ابھی عمر تو سرے سے معنی ہی نہیں رکھتی۔
شادی ایان واقعی؟ میں نے کہاں کچھ غلط کیا تھا۔کون سی کمی ہے میرے اندر جو آپ کو شادی کرنے کی ضرورت پیش آگئی؟"وہ شکوہ نہیں کر رہی تھی۔وہ کبھی کسی بات پہ اعتراض نہیں کرتی تھی شاید وہ بے حد بیوقوف تھی۔

"تم میں کوئی کمی نہیں ہے۔میری شادی صرف ایک بزنس ڈیل ہے۔میں پھر بھی تمہارے اور بچوں کے ساتھ رہتا ہوں۔میں نے اس عورت کے ساتھ ایک مہینہ بھی نہیں گزارا ہے۔دیکھو میں محبت وغیرہ پہ یقین نہیں رکھتا لیکن میں تمہارے ساتھ رہنا چاہتا ہوں۔اس لیے ہمارے درمیان جو کوئی بھی تیسرا شخص اپنی ناک گھسانے کی کوشش کیا کرے تو تم اسے اگنور کر دیا کرو۔"وہ ہانیہ کے قریب آیا۔اس کی سانسوں سے اٹھتی شراب کی بو نے ہانیہ کا سانس روکا ہوا تھا۔

"آپ ہزار تیسرے کو ہمارے درمیان لے آئیں اور میں کسی سے بات بھی نہیں کر سکتی؟ یہ کون سا اصول ہوا؟ میں پرانے دور کی لڑکی نہیں ہوں ایان اپنے حق کے لیے لڑنا مجھے اچھے سے آتا ہے۔میں خاموش ہوں تو صرف اپنے بچوں کے لیے۔ماں باپ کے درمیان کی تلخی بچوں کی ساری شخصیت تباہ کر دیتی ہے۔ماں باپ کی لڑائی دیکھ کر بڑے ہونے والے بچے کبھی ہیل

www.novelsclubb.com

نہیں کر پاتے۔ان کا ڈراما اندر ہی اندر ناسور بن کر انہیں کھا جاتا ہے۔اس لیے آپ اپنی سر گرمیوں کو مجبوری کا نام نہ دیں۔"وہ اس کا ہاتھ جھٹک کر بولی۔ایان کو سخت غصہ آیا۔

"کیا بکواس کر رہا ہوں میں؟میں نے کہا ناں بزنس ڈیل ہے یہ صرف۔"اس کا بس نہیں چل رہا تھا ہانیہ کو ایک اور تھپڑ دے مارے۔

"آپ کی اور میری شادی بھی ایک بزنس ڈیل تھی آئندہ اور کتنی شادیاں آپ بزنس ڈیل کے نام پہ کرتے جائیں گے؟آپ کو پیسوں کی ضرورت تھی آپ مجھے بتاتے میں انتظام کر دیتی اس کا جیسے پہلے کرتی آئی ہوں۔پروجیکٹ کا مسئلہ تھا تو اس میں مراد ز آپ کی مدد کرتے لیکن آپ کا صرف ایک ہی مسئلہ ہے اور وہ ہے ہوس۔اس لیے جب یہ نشہ ختم ہو جائے تو میرے پاس آ جایئے گا۔یاشم کو اس وقت میری ضرورت ہے۔میں جا رہی ہوں۔"وہ نفرت بھری نظروں سے اسے دیکھتی جانے لگی جب ایان نے اس کا ہاتھ پکڑا۔ہانیہ کا دل زور سے دھڑکا۔کچھ بہت غلط ہونے کے احساس سے اس سے آگے قدم نہیں اٹھایا گیا۔آج جتنی ہمت تھی اس کے اندر وہ اس کا مظاہرہ کر چکی تھی۔

"میرے اندر کیا موجود ہے کیا نہیں اب وقت ہوا چاہتا ہے کہ تمہیں بتا دیا جائے۔تمہاری قدر ہے مجھے تو تم بہت سر پہ چڑھتی جا رہی ہو۔"اس کے گرفت کی سختی بڑھی۔ایک جھٹکے سے اس

نے ہانیہ کو زور کا دھکا دیا وہ لڑکھڑا کر دور جا کر گری۔اس نے ایان کی جانب دیکھا۔اس کی آنکھیں کسی انسان کی آنکھیں نہیں لگیں۔وہ غیر انسانی آنکھیں لیے اس کی جانب بڑھ رہا تھا۔

ہانیہ کو ڈھیر سارا خوف محسوس ہوا۔یکلخت ہی وہ روتے ہوئے گڑگڑانے لگی۔

"ایان نہیں پلیز۔آئی ایم سوری۔مجھے معاف کر دو۔مجھے میرے بچے کے پاس جانے دو۔وہ مجھے ڈھونڈ رہا۔مجھے پکار رہا ہے۔اللہ کا واسطہ ہے ایان۔"اس نے روتے ہوئے اپنے ہاتھ جوڑ دیے۔

ایان نے اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔وہ اس کے پاس پنجوں کے بل بیٹھا۔

"آئی سیڈ۔۔۔مجھے جانے دو ایان۔"ایک نازک سا احتجاج تھا جو اس نے کیا مگر اس وقت وہ نشے میں دھت تھا۔اپنے مرد ہونے کے نشے میں دھت۔سامنے ایک کمزور عورت تھی اس کو تسخیر کرنے کے نشے میں دھت۔بلکہ اس وقت وہ صرف ایک ماں ہونے کی حیثیت سے رو رہی تھی۔گڑگڑا رہی تھی۔

ایان نے اس کے بالوں میں اپنا ہاتھ پھنسایا۔ہانیہ نے جواباً ہاتھ پاؤں مارنے لگی۔

"ایان آپ۔۔۔"

www.novelsclubb.com

"ششش۔چپ رہو۔"اس کے لبوں پہ اپنا ہاتھ رکھ کر ایان نے اسے خاموش کروادیا۔ہانیہ نے زور سے اپنی آنکھیں میچیں۔وہاں اس کا بچہ بخار میں جلتے ہوئے اتنی بری طرح رو رہا تھا اور یہاں اس کے باپ کے من میں کیا چل رہا تھا۔ہانیہ کے لیے یہ ڈوب جانے کا مقام تھا۔وہ اب اسے بالوں سے پکڑ کر گھسیٹ رہا تھا۔ہانیہ مسلسل روتے ہوئے احتجاج کر رہی تھی۔اسے اللہ اور اس کے رسول کا واسطہ دے رہی تھی۔مگر وہ اسے نہیں سن رہا تھا۔زیادہ احتجاج کرنے پہ اس نے لاتوں اور گھونسوں کی برسات کر دی۔وہ مسلسل اس کے پیٹ، کمر، پیروں پہ گالیاں دیتا پاؤں سے ٹھوکر مارے جا رہا تھا۔

وہ اپنی جھوٹی مردانہ انا کو سن رہا تھا۔اپنے نفس کو سن رہا تھا۔وہ یہ بھول گیا تھا کہ جس عورت کو اپنے قدموں میں گھسیٹ رہا ہے وہ اس کی بیوی ہے۔اس کے بچوں کی ماں ہے۔جس کی حفاظت اسے کرنی تھی آج وہی اسے زندہ مر جانے کے در پہ لے جا رہا تھا۔

"میرا بچہ رو رہا ہے۔میرا بچہ رو رہا ہے ایان۔میرا بچہ مجھے پکار رہا ہے۔"اس کی آخری مزاحمت بھی دم توڑ گئی۔ایان نے ایک آخری ٹھوکر اس کی کمر پہ ماری۔اس کے بھاری بوٹس بری طرح ہانیہ مراد کو لگ رہے تھے۔ہر گزرتے لمحے اسے اپنے آپ سے گھن محسوس ہوتی جا رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

اوراس رات کے اختتام تک ہانیہ مراد مر گئی تھی۔اسے لگا صبح ہونے تک وہ سانس نہیں لے سکے گی۔مگر وہ سانس لے رہی تھی۔اس کے سانسیں بند نہیں ہوئی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

مدیحہ فاروق کا بنگلہ تیز دھوپ میں تپ رہا تھا۔وہ رات جس وقت گھر آئی تھی سب کو چکے تھے۔اسے ہر چیز سے اتنا خوف محسوس ہو رہا تھا کہ وہ بغیر کچھ کیے سونے کے لیے لیٹ گئی تھی۔ مسلسل آیت الکرسی کا ورد کرتی وہ کبیر مراد کو بد دعا بھی دے رہی تھی۔

کسی طور پہ رات گزری تو وہ آفس جانے کے لیے تیار ہونے لگی۔آج اس کا ایک اہم شو تھا۔اس نے طے کر لیا تھا آج کسی بھی حال میں چینل کی ٹی آر پی بڑھا کر رہے گی۔آج کے شو کے بعد وہ صرف فصیح کے لیے کام کرے گی۔چینل تو اپنے گھر کا ہے نظیر سب سنبھال لیں گے۔

"ہیلو۔"موبائل کان سے لگایا تو نظیر انکل کی پریشان سی آواز سنائی دی۔

"میں پہنچ رہی ہوں۔ہاں ہاں سارا ہوم ورک کر لیا ہے میں نے۔سرکار کو اب ری پے کرنا ہی پڑے گا۔"اس نے نظیر انکل کی تسلی کر کے فون رکھا۔اس نے آخری نگاہ خود پہ ڈالی۔اس نے کاٹن کی نیلی ساڑھی پہن رکھی تھی۔جس کے کناروں پہ سفید دھاگے سے کام کیا گیا تھا۔بلیو آئی لائنز لگائے اس نے بالوں کا جوڑا بنایا۔براؤن رنگ کی ایک لپ پینسل اٹھائے وہ اپنے ہونٹوں پر

لکیر کھینچ رہی تھی پھر ایک گلابی رنگ کی لپ اسٹک اس نے ہلکے ہاتھوں سے اپنے ہونٹوں پہ انگلی سے لگائی۔پرفیکٹ۔ بالکل پرفیکٹ۔یہ اس کا فیوریٹ شیڈ تھا۔اب وہ بالکل تیار تھی۔

دوسری طرف یونیفارم میں ملبوس قاسم سر پہ کیپ پہن رہا تھا۔آج اسے ایک کرپٹ سیاستدان کے ہاں ریڈ مارنا تھا۔یہ ایک بہت کانفڈینشیل مشن تھا۔اس کے سینئیر اسے مسلسل ہدایت دے رہے تھے۔آج کا دن بہت خاص تھا۔اس کے بعد اس نے صرف فصیح کے کیس پہ کام کرنا تھا۔ہر گزرتے لمحے میں اس کے ضمیر کا بوجھ بڑھتا جا رہا تھا۔اس نے سر پہ کیپ اچھی طرح جمائی۔

"گاڑی تیار ہے سر۔" ایک آفیسر اس کے پاس آکر بولا۔ قاسم نے گہری سانس لے کر اسے آگے چلنے کا کہا۔بس ایک آخری کام اور پھر اس کے قاتلوں کو وہ گدی سے پکڑ کر گھسیٹ لائے گا۔

یہاں سے میلوں دور کبیر مراد آئینے کے سامنے کھڑا ٹائی باندھ رہا تھا۔ویسے تو اس کی زندگی کا سارا دن بہت ضروری اور خاص ہوتا تھا لیکن آج مراد ز ایک بہت بڑا پروجیکٹ لانچ کر رہے تھے۔اس کے لیے آج ایکٹیو رہنا بہت ضروری تھا۔بس آج ایک آخری بہت ضروری کام تھا۔ اس کے بعد انہوں نے صرف فصیح کے کیس پہ کام کرنا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"نکلنے کا ٹائم ہو گیا ہے باس۔" نادر اس کے قریب آ کر بولا۔ کبیر نے سر ہلا کر اسے چلنے کا اشارہ کیا۔ ان تینوں کی زندگی میں کون سا طوفان آنا ہے اس بات سے بے خبر وہ اپنی منزل کے لیے روانہ ہو چکے تھے۔

کیا واقعی جیسا انسان سوچتا ہے ویسا ہی ہوتا ہے؟ اور جو ہونے والا ہے کیا تم اس کے لیے تیار ہو؟

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

کھڑکی سے دھوپ چھن کر اس کے چہرے پہ پڑی تو اس کی آنکھ کھلی۔ وہ فرش پہ لیٹی تھی۔ اس کا جسم درد سے ٹوٹ رہا تھا۔ ہونٹ کا کنارہ پھٹ کر خون جم گیا تھا۔ اسے اپنے پیٹ میں بہت درد محسوس ہو رہا تھا۔ کمر پہ درپے در لگنے والی بھاری بوٹس کی ٹھوکروں کے باعث اس سے ہلا بھی نہیں جا رہا تھا۔

www.novelsclubb.com

خدا جانے کب اس کی آنکھ لگی۔ اس نے دیکھا ہر چیز سے بے خبر ایان بیڈ پہ پیٹ کے بل سو رہا تھا۔ اسے اس آدمی سے نفرت محسوس ہوئی۔ ہانیہ نے نگاہ اس پہ ڈالی پھر بامشکل ہمت کر کے وہ اٹھ کھڑی ہوئی اسے بہت درد محسوس ہو رہا تھا۔ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی وہ بچوں کے کمرے میں گئی۔ ماہی بیڈ پہ بیٹھی یاشم کا کندھا ہلا کر بھائی بھائی کر رہی تھی۔ ہانیہ کو کچھ غلط ہونے کا احساس ہوا۔ وہ بھاگ کر اس کے پاس گئی۔

"مما بھائی کب اٹھے گا؟ میں کب سے جگا رہی ہوں۔" اس نے معصومیت سے ماں کو دیکھا جس کا چہرہ لٹھے کی مانند سفید ہو چکا تھا۔ اس کا دل بے طرح دھڑکا۔ اس نے ڈرتے ہوئے اس کے جسم کو چھوا جو برف جیسا ٹھنڈا تھا۔ ہانیہ کو لگا اب وہ کبھی سانس نہیں لے سکے گی۔

"یاشم۔" اس نے دھیرے سے اس کا کندھا ہلایا۔ وہ بے سود پڑا تھا۔ رو رو کر سوجی آنکھیں ادھ کھلی تھیں۔ ہانیہ نے ڈرتے ہوئے اس کی نبض چیک کی جو بہت مدھم تھی بہت زیادہ۔ وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔ ہانیہ نے اسے بانہوں میں اٹھایا وہ باہر جانے ہی لگی تھی کہ کسی احساس کے تحت رک گئی۔ اس کی حالت اس وقت باہر جانے کے قابل نہیں تھی۔

بغیر آئینہ دیکھے بھی وہ بتا سکتی تھی کہ وہ اس وقت کس حال میں ہو گی۔ بالکل آہستگی سے اسے دوبارہ لٹا کر وہ واشروم گئی۔ اپنے چہرے پہ پانی کا چھینٹا مارا۔ کپڑے تبدیل کیے۔ آئینے میں خود کو دیکھنے کی ہمت نہیں کر سکی وہ۔ اسے لگا وہ اب کبھی خود سے نظریں نہیں ملا سکے گی۔ کپڑے تبدیل کر کے وہ اپنا کارڈ لے کر ہاسپٹل کے لیے نکل گئی۔

یاشم کو فوراً ایڈمٹ کر لیا گیا تھا۔ وہ ڈر اور خوف سے بے ہوش ہوا تھا۔ تھوڑی دیر پہلے ہی وہ ہوش میں آیا تھا۔ ہانیہ نے مشکل سے ہی اسے سلایا۔ اس کے ہاتھ میں لگی ڈرپ کو دیکھتی وہ کوریڈور میں رکھی کرسیوں پہ آ کر بیٹھ گئی۔ ہاسپٹل ویسا ہی سرد اور سفاک تھا۔ اس کا دل عجیب

www.novelsclubb.com

انداز میں دھڑک رہا تھا۔ جس حال سے وہ گزری تھی اگر ان دو بچوں کے تنہا رہ جانے کا خوف نہ ہوتا تو شاید اب تک مر گئی ہوتی۔

کرسی پہ سر اپنے ہاتھوں میں گرائے بیٹھی وہ ڈھیر سارا رونا چاہتی تھی۔ ماہی کو بھی وہ اپنے ساتھ ہی لے آئی تھی۔ اس آدمی کے ساتھ وہ اپنی بچی نہیں چھوڑ سکتی تھی۔

"مما آپ کو کیا ہوا؟ آپ کو چوٹ آئی ہے؟" ماہی نے اس سے پوچھا۔ ہانیہ زبردستی مسکرائی۔

"ہاں مما واشروم میں گر گئی تھی ناں۔" ماہی نے چند ایک سوال اور پوچھے وہ غائب دماغی سے ہوں ہاں کرتی رہی۔ اس کے کہیں بہت قریب ٹی وی چل رہا تھا۔ وہ اس سے ابھرنے والی آواز کو پہچانتی تھی۔ ہانیہ نے گردن گھمائی کوریڈور کے اختتام پہ ایک بڑا سا ٹی وی لگا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

www.novelsclubb.com

دہلی شہر جیسا تھا ویسا ہی آج بھی لگ رہا تھا۔ اس میں آج کچھ مختلف نہ تھا مگر دہلی میں بسنے والے لوگوں کے دلوں کا حال مختلف تھا۔ ان کی زندگیاں مختلف محسوس ہو رہی تھیں۔ ایسے میں ہم مدیحہ فاروق کو ڈھونڈتے ہوئے اس کے آفس میں بنے ایک شاندار اسٹوڈیو میں جاتے ہیں جہاں وہ ایک ڈیسک کے سامنے کھڑی تھی جس کا شیپ انگریزی لیٹر سی کی طرح تھا۔ لائیٹس، کیمرے، مائیک سب سیٹ تھے۔

آس پاس اس کے ساتھی صحافی کھڑے تھے۔ان کی پوری ٹیم تھی اور ایک کونے میں کھڑے نظیر انکل لوگوں کو ہدایت دے رہے تھے۔وہ اضطرابی کیفیت میں میز پہ پین بجاتی مدیحہ فاروق کے پاس آئے۔

"تم کہو تو ہم صرف ریکارڈ کر لیتے ہیں۔کوئی غلطی ہوئی تو ایڈٹ ہو جائے گی۔" مدیحہ نے نفی میں سر ہلایا۔

"اتنا وقت نہیں ہے ناں۔بس جو بھی ہو گا لائیو شو ہو گا۔میرے لیے دعا کریں۔آج پتہ نہیں کیوں گھبراہٹ محسوس ہو رہی ہے۔" نظیر نے آگے بڑھ کر اس کے سر پہ ہاتھ رکھا۔مدیحہ نے خود کو ریلیکس کیا پھر انگوٹھے سے ریڈی کا سگنل دیا۔دیواروں پہ لگی ہر چھوٹی بڑی ٹی وی سکرین پہ وہ نظر آنے لگی۔

"چند دن پہلے میں نے ایک اسٹیٹمینٹ دے دیا تھا جنسی زیادتی کے بارے میں تو مجھے پارلیمنٹ کے کچھ صاحب نے ٹویٹر پہ جواب دیا ہے کہ خواتین چوڑیاں پہن کر گھر میں روٹیاں سیکیں باقی کے معاملات مرد حضرات سنبھال لیں گے بلاشبہ روٹیاں بناتے وقت اٹھنے والی چوڑیوں کی کھنک ایک خوبصورت آواز ہے۔"

موبائل پہ وہ اسٹیٹمینٹ پڑھ کر مسکرائی۔وہی اسٹیٹمینٹ اب سکرین پہ دکھایا جا رہا تھا۔

"میں نے یہ تو بتایا ہی نہیں کہ جنسی زیادتی کا نشانہ بن کون رہا ہے۔ یہ وہ ڈیٹا ہے جو اس سال ہونے والی جنسی زیادتی کی تعداد بتا رہا ہے۔ ہر دن یہ فعل کم از کم پچاسی دفعہ ہو رہا ہے۔ ہر ایک دن صرف پچاسی جنسی زیادتی کی رپورٹ لکھی جارہی ہے۔ حلانکہ اس کی تعداد لکھی جانے والی رپورٹس سے بہت زیادہ ہے۔ کتنوں کو تو موقع ہی نہیں ملتا کہ وہ کہیں کسی بھی طرح کوئی رپورٹ لکھوا سکیں۔ انہیں اس بات کا موقع نہیں ملتا کہ وہ سانس بھی لے سکیں۔"

(قاسم محتاط سا اپنی ٹیم کو آرڈر دے رہا تھا۔ وہ اطراف میں پھیلے کسی بھی وقت اندر گھسنے کے لیے تیار تھے۔ اسے ہر طرف سے خطرہ محسوس ہو رہا تھا۔ جیسے کچھ بہت غلط ہونے والا ہے۔ یہ بنگلہ آبادی سے بہت دور ایک سنسان علاقے میں بنا تھا۔ آس پاس محض کچھ زیر تعمیر عمارت کھڑی تھیں۔ ان میں سے کچھ عمارتیں کافی بوڑھی اور بوسیدہ تھیں۔ اسے محسوس ہوا جیسے وہ کسی کی نظروں کے حصار میں ہوں۔)

"ہر روز جانے کتنوں کو اس موت سے گزرنا پڑتا ہے۔ مگر میں نے اس اسٹیٹمینٹ میں بھی جنس کا ذکر نہیں کیا تھا۔ اب بھی نہیں کر رہی ہوں۔ ہاں مگر ہر روز پچاسی رپورٹ عورتوں کے

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ساتھ ہو رہی جنسی زیادتی کی لکھی جاتی ہے۔ یہ ایک علیحدہ ڈیٹا ہے جو آپ کو سکرین پہ دکھایا جا رہا ہے۔ جس میں صرف مردوں کا نام درج ہے جن کا ریپ کیا گیا ہے پچھلے دو سالوں میں۔ میرا اس دن کا اسٹیٹمینٹ عورتوں کے بارے میں ہرگز نہیں تھا۔" اس نے سی شیپ کی ڈیسک پہ سبز رنگ کی چوڑیاں رکھیں۔

"یہ چوڑیاں میں پارلیمنٹ میں بیٹھے ان سبھی مردوں کو دینا چاہتی ہوں جو اس ملک کو چلانے میں ایک اہم کردار نبھا رہے ہیں۔ آپ اسے پہن کر گھر بیٹھیں ملک اب خواجہ سرا چلا لیں گے..... کیونکہ بلاشبہ چوڑیوں کی کھنک ایک خوبصورت آواز ہے۔ عورتوں کی حفاظت چوڑیاں کر سکتی ہیں تو مردوں کی بھی کر سکتی ہیں۔ شاید ہمارے سسٹم سے زیادہ طاقت چوڑیوں میں ہے جو کرائم کو کنٹرول کر سکیں۔ اس طرح کی باتیں کئی سال پہلے کچھ ان پڑھ لوگوں کے منہ سے سنی جاتی تھی۔ آج کے اس جدید دور میں بھی لوگ عورتوں کو objectify کرنا نہیں چھوڑ رہے۔ اس ملک کو بہتر بنانے والے صرف مرد ہی نہیں ہیں۔ اس ملک کو بہتر بنانے میں عورتوں کا برابری کا ہاتھ ہے۔

آج میں اس کو روکنے کی بات نہیں کروں گی۔ آج میں اس بارے میں بھی بات نہیں کروں گی کہ سزا کیا ہونی چاہیے۔ آج میں صرف اس کے پیچھے کے موٹیو کی بات کروں گی۔ کیونکہ بھارت میں ریپ کی صورتحال بہت بدتر ہو چکی ہے۔"

(اسٹوڈیو میں کھڑے نظیر انکل اس کی خواجہ سرا والی بات پہ دھیرے سے ہنس دیے۔ انہیں مدیحہ پہ فخر تھا۔ بہت زیادہ فخر۔ اگر ان کی بیٹی ہوتی تو وہ ایسی ہی تربیت کرتے جیسی فاروق نے اپنی بیٹی کی تھی۔

دوسری جانب اپنی آفس چیئر پہ بیٹھے حسن ماموں نے اپنا سر پکڑ لیا۔ یہ لڑکی کبھی نہیں سدھرے گی۔ ساتھ کچھ کہتا سعد ہنستا چلا گیا۔ اس نے اپنی فائل بند کر دی۔ اب وہ صرف مدیحہ کو سن رہا تھا۔ دلچسپی سے۔)

"پرابلم ان جیسے مردوں کی سوچ میں ہے۔ بلکہ ریپ خود میں ہی ایک بہت بڑی پرابلم ہے۔ ریپ کے ذمہ دار صرف ریپسٹ نہیں ہیں۔ کہیں نا کہیں ہم سب ہیں۔ ہم نے ریپ کو پھیلانے کی بہت کوشش کی ہے۔ ہم نے اپنا منہ بند رکھ کر ریپ کو آگے بڑھنے دیا۔ ایک

www.novelsclubb.com

عورت اگر کوئی غلط کام کر دے۔ کوئی بات غلط کہہ دے اس کا سوشل میڈیا ریپ کی دھمکیوں سے بھر دیا جاتا ہے۔ کسی آفس میں بیٹھی کوئی افسر اگر وہ کسی کا بل پاس نہ کرے تو اسے ریپ کی دھمکی ملتی ہے۔ ایک وکیل جو کسی کریمنل کو سزا سنوانے کا پورا ارادہ رکھتی ہے۔ اور جو اپنے کام کے ساتھ وفاداری نبھا رہی ہے اسے بھی یہی دھمکیاں ملتی ہیں۔ اور یہ دھمکی دینے والے ایسی سوچ رکھنے والے گھٹیا مرد ہی ہوتے ہیں۔ مجھے ترس آتا ہے ان عورتوں پہ جن کے گھر کے مرد ایسے ہوتے ہیں۔ کس طرح کی بے بسی بھری زندگی گزارتی ہوں گی وہ۔ جہاں وہ اپنے اوپر ہوئے ظلم کو اپنے باپ، بھائی یا شوہر سے نہیں کہہ سکتیں۔" اس کا دل عجیب ہو رہا تھا مگر وہ بولتی رہی۔ اپنے گھروں میں ٹی وی کے سامنے بیٹھے کئی مردوں نے اپنی نگاہوں کا رخ موڑا۔

(کبیر مراد نے ایک شاندار پراجیکٹ لانچ کیا تھا۔ باقی کے ملکوں سے آئے بزنس مین کو اس کا آئیڈیا بہت پسند آیا تھا۔ وہ مسکرا کر وہ سب سے تعریف وصول کر رہا تھا۔ اس سے پہلے وہ ٹیکسٹائل انڈسٹری میں اتنا زیادہ انوالو نہیں تھا۔ اسے پہلے بھی معلوم تھا کہ کوئی اسے انکار نہیں کرے گا مگر اسے اچھی وائب نہیں آ رہی تھی۔ فضا میں کچھ بہت عجیب سا تھا۔ گھٹن۔ حبس۔ کچھ بے چین کرتا ہوا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ہانیہ نے اپنا چہرہ ایک جھٹکے سے اٹھایا۔ یہ وہ کیا کہہ رہی تھی؟ اس کی آنکھوں میں نمی ابھرنے لگی۔ وہ ایک پڑھی لکھی عورت تھی اسے معلوم تھا مدیحہ اب کیا کہنا والی ہے۔ اس نے کراہ کر آنکھیں بند کر کھولیں۔ ساتھ بیٹھی ماہی نے اپنی ماں کا تڑپنا دیکھا۔ بے چینی سے پہلو بدلنا دیکھا۔ وہ سب اپنے اندر اتار رہی تھی۔)

"اگر ایک عورت غلط کام کر رہی ہے۔ اگر وہ اپنے کسی کلاس فیلو کے ساتھ کہیں آتی جاتی نظر آتی ہے۔ اگر وہ بد کردار ہے۔ اگر وہ چھوٹے کپڑے پہنتی ہے۔ اگر وہ شراب پیتی ہے۔ وہ لاکھ غلطیاں کرتی ہے۔ تب بھی۔۔۔ تب بھی کسی کو اتنا حق نہیں کہ وہ اس کا ریپ کرے یا اس بارے میں سوچے۔ دنیا میں بہت سے لوگ ہیں جو بہت غلط کام کرتے ہیں۔ ہر غلط کام کے لیے ایک سزا مقرر کی گئی ہے۔ ایک مرد اگر غلط کام کرے تو اسے مقرر کی گئی سزا کے مطابق ہی سزا دی جاتی ہے، مگر اسی جگہ اگر کوئی عورت غلط کام کر دے تو اس کی صرف ایک یہی سزا نظر آتی ہے کہ اس کا ریپ کر دیا جائے۔ اسے اس قسم کی دھمکیاں دی جائیں۔ ایک صحافی ہونے کے ناطے مجھے بھی ایسے کئی میسجز، کئی کال موصول ہوتی ہیں کیونکہ میں یہاں مردوں کے نام کا بٹہ

لگائے نامردوں کو بے پردہ کر دیتی ہوں۔ کبھی خبر آتی ہے کہ کسی پولیس آفیسر کا ریپ کر دیا گیا ہے تو کبھی خبر آتی ہے کہ کسی ڈاکٹر یا نرس کا ریپ ہو گیا۔

ہر بار کی طرح کپڑوں اور وقت کو ٹارگٹ کیوں نہیں بنایا جاتا؟ آپ بتائیں اور جواب دیں کیا پولیس آفیسر کی وردی کسی کو اپنی طرف مائل کرتی ہے؟ کیا کسی ڈاکٹر کا سفید کوٹ انویٹیشن دیتا ہے؟ کیا ایک ڈاکٹر صرف دن کے وقت علاج کیا کرے؟ کیونکہ رات میں گھر سے باہر نکلنے والی لڑکیاں تو بد کردار ہیں ان کے ساتھ ایسا ہی ہونا چاہیے۔ کیا ایک پولیس افسر صرف دن کے وقت ڈیوٹی کیا کرے؟ رات کے وقت ایسی سوچ رکھنے والے مرد آکر چارج سنبھالیں گے۔"

وہ سانس لینے کو رکی۔ اسٹوڈیو میں کھڑے نفوس نے اپنی سانسیں بھی روکی تھیں۔ اپنے گھروں میں ٹی وی کے سامنے بیٹھے لوگوں نے اپنی سانسیں روک لی تھیں۔ کیوں؟ کیونکہ مدیحہ فاروق بول رہی تھی!

"ہم سب جانتے ہیں کہ اس معاملے میں رات میں باہر نکلنے کو ٹارگٹ نہیں بنا سکتے ہیں۔ وردی کو ٹارگٹ نہیں کیا جا سکتا ہے۔ یہ نہیں کہا جا سکتا ہے اس کے کپڑے انویٹیشن دے رہے تھے۔ پھر اب کیا کیا جائے؟ اب الزام دیتے ہیں اس عورت کے کردار کو۔ اب یہ کہتے ہیں کہ اس عورت کا ریپسٹ سے کوئی تعلق تھا۔

www.novelsclubb.com

نوے فیصد ریپسٹ وکٹم کو جان رہے ہوتے ہیں۔ان کا کوئی نہ کوئی تعلق ضرور ہوتا ہے۔وہ اس کے کلاس فیلو،ہاسٹل میٹ بھی ہو سکتے ہیں۔اس کے ساتھ کام کرنے والے مرد بھی۔اس کا باس بھی اس کے استاد بھی۔دوست،رشتے دار،بوائے فرینڈ،منگیتر کوئی بھی ہو سکتا ہے۔اگر ان لوگوں نے ریپ کیا تو وکٹم کیسے غلط ہو گئی؟ریپسٹ کو کیوں ڈیفینڈ کیا گیا؟کوئی بھی عورت یہ کیوں چاہے گی کہ اس کا ریپ کیا جائے؟"

(کبیر سے لوگ مل کر رخصت ہو رہے تھے۔وہ اپنی میٹنگز اٹینڈ کرنے جا رہا تھا۔گاڑی فل اسپیڈ سے دوڑ رہی تھی۔آگے بیٹھا نادر موبائل پہ مدیحہ کا یہ شو دیکھ رہا تھا۔کبیر نے گہری سانس لے کر اپنا سر سیٹ کی پشت پر ٹکا دیا۔وہ بس اسے سننا چاہتا تھا۔کوئی کہتا نہیں تھا مگر کبیر جانتا تھا آفس کے اس واقعے کے بعد مدیحہ فاروق کبیر مراد کے ایمپلائز کو اپنا اسیر بنا گئی تھی۔لوگ پہلے بھی اسے سننا پسند کرتے تھے۔اب اس کے فینز میں مزید اضافہ ہو گیا تھا۔اب اسے سننے والوں کی تعداد میں اضافہ ہو گیا تھا۔)

"ہر انسان یہ کہتا رہتا ہے کہ یہ ایک غلط فعل ہے۔مگر اس بات کو مانتا کون ہے؟کسی کی کسی سے کوئی نا اتفاقی ہو جائے وہ سیدھا اس کی ماں بہنوں کو گالیاں دینے لگتا ہے۔تمہیں غصہ ہے تو تم لڑو

لیکن کسی کی ماں کو گندی گالیاں دینا بھی ریپ کو بڑھاوا دینا ہے۔جو کام تم جسمانی طور پہ نہیں کر رہے وہ تم منہ سے کر رہے ہو۔

کہیں نا کہیں ہم سب ذمہ دار ہیں اس بڑھتے ہوئے ریپ کے نمبر کے۔ہم نے ریپ جو کس پہ ہنسنا شروع کر دیا ہے۔ہمارے قانون نے مجرموں کو رہا کرنا شروع کر دیا ہے۔اور جہاں ریپسٹ کا ساتھ دینے والے لوگ ہیں۔انہیں رہا کر دینے والے لوگ ہیں۔وہاں قاسم مرزا جیسے آفیسر بھی پائے جاتے ہیں۔ جنہوں نے سات ریپسٹ کا پچھلے دو ہفتوں میں انکاؤنٹر کیا ہے۔ہماری فلموں نے ریپسٹ کو مجرم نہیں مجبور بنا کے پیش کر دیا ہے۔اس میں صرف چند وجوہات ہی دکھائی گئی ہیں کہ ایک ریپسٹ،ریپسٹ کیوں بن گیا۔سب سے پہلے وجہ اس کی جسمانی خواہش اور دوسرا غصّہ سب سے آخر میں مجبوری۔

اس نے ریپ کیا کیونکہ وہ مجبور تھا۔اس نے ریپ کیا کیونکہ لڑکی کے کپڑے اسے انویٹیشن دے رہے تھے۔اس نے ریپ کیا کیونکہ اسے غصہ تھا۔ایک عورت اگر اسے انکار کر دے تو اس کا غصّہ۔ایک عورت اگر بیوفائی کرے تو اس کا غصّہ۔ایک عورت اگر اسے ٹھکرا دے تو اس کا غصّہ۔فلموں میں یہ کیوں نہیں دکھاتے کہ ایسے مردوں کو اپنے گھر کی عورتوں پہ غصّہ آتا ہے تو وہ کیا کرتے ہیں؟ کیا اپنی بہن بیٹیوں کے ساتھ بھی وہی سلوک کرتے ہیں؟میری بات بری

www.novelsclubb.com

لگ رہی ہو گی مگر آپ سنیں کیونکہ میں... مدیحہ فاروق بول رہی ہوں۔" مدیحہ کا دل اب بھی بری طرح دھڑک رہا تھا مگر اب اندر کا دبایا ہوا غصہ باہر نکلنے لگا تھا تو گھبراہٹ کم محسوس ہو رہی تھی۔ کئی سال پہلے کی ایک سرد رات نظروں کے سامنے گھوم گئی۔ غصّہ اب تکلیف میں بدلنے لگا تھا۔ مدیحہ نے چہرے سے کچھ بھی ظاہر نہیں ہونے دیا۔ وہ اسی طرح بولتی رہی۔

(قاسم نے اس خالی بنگلے میں پہلے اندر گیا۔ وہ بالکل سنسان تھا۔ اس کی توقع کے مطابق تو یہاں لوگ ہونے چاہیے تھے۔ بنگلے میں ہر طرف بڑے بڑے جالے لٹک رہے تھے۔ فرنیچر پہ سفید کپڑے ڈالے گئے تھے۔ دیواریں خستہ حال تھیں۔ ان کے پینٹ پلاسٹر جگہ جگہ سے اکھڑے تھے۔ کیا انہیں غلط انفارمیشن مل گئی تھی؟ وہ باقی کے آفیسرز کو وہیں ٹھہرنے کا بول کر محتاط انداز میں اندر کی طرف بڑھنے لگا۔)

www.novelsclubb.com

"عورت لاکھ غلط ہو۔ گناہگار ہو۔ بدکار ہو۔ زبان کی تیز ہو کسی بھی طرح کی برائی ہو اس کے اندر۔ اس کی عصمت کو روندنے کا کسی کو کوئی حق نہیں ہے۔ میں سزا کی بات اس لیے نہیں کروں گی کہ پچھلے چار سالوں سے اب تک اسی فیصد کیسز کے مجرموں کو رہا کر دیا گیا۔ انہیں ڈیفینڈ کیا گیا ہے۔ عدالت میں جاؤ تو وہ ثبوت مانگتی ہے۔ اسے ایک کنکریٹ ثبوت کی طلب

ہوتی ہے۔ کوئی زخم، نشان، مارک کچھ بھی۔ بعض دفعہ وکٹم کے جسم پہ کوئی نشان نہیں ہوتا۔ کوئی ثبوت نہیں ہوتا اور جس کے پاس ثبوت بھی ہوتا ہے اسے کون سا انصاف مل جاتا ہے؟ اور جس ملک میں ریپ وکٹم کو غلط مانا جاتا اس ملک کی حکومت سے اور کیا امید کی جاسکتی ہے؟ انہیں ریپ غلط لگتا ہے مگر ریپسٹ نہیں۔ ہمیشہ بات وقت کپڑوں اور کردار پہ لا کر ختم کردی جاتی ہے۔ جس ملک میں میریٹل ریپ لیگل ہی نہیں مانا جاتا اس ملک میں میں اس بارے میں کیا ہی بات کی جائے؟ جس ملک کا کلچر عورتوں کی پوجا کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اور دوسری دفعہ عورتوں کو اپنی ملکیت سمجھا جاتا ہے، انہیں objectify کیا جاتا ہے۔ میں اس ملک کے لوگوں سے اور کیا امید لگاؤں؟ بس کبھی کوئی کیس سامنے آگیا تو چند دنوں تک وہ سوشل میڈیا کی ہیڈلائنز میں چھایا رہتا ہے۔ ہر آدمی، ہر انفلوئنسر آکر اس بارے میں اپنی بات کہتا ہے مگر پھر؟ پھر بعد میں کیا ہوتا ہے؟ فالوورز بڑھ جاتے ہیں پھر لوگوں کا انٹریسٹ ختم ہو جاتا ہے اور وہ بات دب جاتی ہے۔ انصاف تب بھی نہیں ملتا۔" اتنے گھنٹوں سے اس نے جن پوائنٹس کو رٹا تھا وہ اسے بھول گیا تھا۔ اس کی نظروں کے آگے دس سال پرانی وہ راتیں چل رہی تھیں جسے بھولنا مدیحہ کے بس میں نہیں تھا۔ اسے اپنی لرزتی ہوئی محسوس ہوئیں۔ مدیحہ نے زور سے مٹھی بھینچ لی۔

www.novelsclubb.com

(ہانیہ نے اپنا چونک کر اٹھایا۔اس کے لفظ ہانیہ کے دل کو چیرتے ہوئے چلے گئے۔میریٹل ریپ پر اس کا دل رکا تھا۔مگر وہ ہر چیز سے بے نیاز کہہ رہی تھی۔قاسم صحیح کہتا ہے اس کے بارے میں وہ صرف اپنی کہتی جاتی ہے۔اگلے انسان کے بارے میں نہیں سوچتی کہ اگلا بندہ اسے سننا بھی چاہتا ہے کہ نہیں۔)

"اور رہ گیا میریٹل ریپ تو یہ ایک ایسا جرم ہے جس کے خلاف آپ جا کر کچھ کہہ ہی نہیں سکتے۔ اول تو مردوں اور عورتوں دونوں کو اس بارے میں علم نہیں کہ میریٹل ریپ جیسی بھی کوئی چیز اپنا وجود رکھتی ہے۔وہ دونوں ہی اپنے اس حال پہ خوش ہوتے ہیں مطمئن ہوتے ہیں۔عورتیں یہ نہیں جانتی کہ وہ اپنے شوہر کو "ناں" کہہ سکتی ہیں اور مرد یہ نہیں سمجھتے کہ بیوی کی ناں کا مطلب بھی ناں ہی ہوتا ہے۔یہ ایک ایسا جرم جس میں مجرم اور وکٹم دونوں بہت خوش ہوتے ہیں۔بعض دفعہ وہ شدید ذہنی دباؤ کا شکار بھی ہوتے ہیں لیکن انہیں اس بات کا پتہ نہیں ہوتا کہ احتجاج کیا جا سکتا ہے اور اگر کوئی احتجاج کرے تو اس کو مانا جاتا ہے۔کنسینٹ کا ہونا ضروری بھی ہوتا ہے۔سارا دن اس عورت سے بے خبر ہو کر پھرنا اور رات کو اسی عورت سے اپنی تسکین پوری کرنا بھی جنسی زیادتی کے مترادف ہے۔"

www.novelsclubb.com

(قاسم نے سارے گھر میں چاروں طرف گھوم کر دیکھ لیا تھا۔ کہیں کچھ نہیں تھا۔ کہیں کوئی نہیں تھا۔ یہ سمجھنے میں بہت دیر لگی کہ انہیں ٹریپ کیا گیا ہے۔ وہ تیزی سے سب کو ہدایات دیتا واپس پلٹنے کا کہہ رہا تھا۔ غلط انفارمیشن۔ غلط جگہ۔ یاخدا۔ اصل معاملہ وہ اب سمجھا تھا۔ اس کے ساتھ آئے آفیسرز کی حفاظت کا ذمہ اس کا تھا۔ وہ زور زور سے بولتا جارہا تھا۔
ہانیہ ڈاکٹر سے مل کر اب اپنے بچوں کے ساتھ واپس گھر جارہی تھی۔ مدیحہ کا شو ختم ہو گیا تھا۔ مگر اس کی باتیں اب تک اس کے ذہن میں چل رہی تھیں۔ اس کی پلکوں سے لپٹے آنسو کو باہر نہیں نکلنے دیا گیا تھا۔ وہ مایوس ہو کر پلٹ گئے تھے۔)

"کچھ عورتوں کو انٹرنیٹ یا کسی اور ذریعے سے جب معلوم ہوتا ہے کہ شوہر زبردستی کرے تو یہ غلط کام ہے پھر انہیں یہ نہیں پتہ ہوتا کہ اس کو روکا کیسے جائے؟ اس کے خلاف آواز کیسے اٹھائی جائے؟ ہم اس ماحول میں پلے بڑھے ہیں جہاں باہر کوئی شخص ہمیں تنگ کرے۔ چھیڑ دے۔ ہم اس کی شکایت ماں سے کریں تو وہ ہونٹوں پہ انگلی رکھ کر خاموش کروادیتی ہیں کہ کسی تک یہ بات پہنچ گئی تو بڑی بدنامی ہو جائے گی۔ پھر ایسے حال میں عورتیں اپنے شوہر کی شکایت

www.novelsclubb.com

کس سے کرنے جائیں؟ کہاں رپورٹ لکھوائی جائے؟ لوگ یہی کہہ کر منہ بند کروادیتے ہیں کہ چپ رہو وہ شوہر ہے تمہارا اسے حق ہے۔
غلط کہتے ہیں۔ بھلے ہی وہ شوہر کیوں نہ ہو۔ زبردستی کرنے کا حق اس کے پاس بھی نہیں۔ اور اس کے خلاف آواز اٹھائی جانی چاہیے۔ بیویاں پراپرٹی نہیں بن جاتی شادی کے بعد آپ کو درندگی دکھانے کی فری ول نہیں ملتی۔ جس طرح وہ شادی سے پہلے ایک انسان ہوتی ہیں اسی طرح شادی کے بعد بھی وہ ایک 'انسان' ہی ہوتی ہیں۔ آپ کا اور اس کا قانونی رشتہ ہوتا ہے تو اس کا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ آپ اسے روند کے رکھ دیں۔ آپ انسان بننا بھول جائیں۔"

(ہانیہ اپنے اپارٹمنٹ میں کھڑی بچوں کا کپڑا سوٹ کیس میں رکھ رہی تھی۔ اس کے ہاتھ ہذیانی انداز میں چل رہے تھے۔ ایان اب تک سو رہا تھا۔ وہ اس کے اٹھنے سے پہلے یہاں سے فرار ہونا چاہتی تھی۔ ہمیشہ کے لیے۔ دوسری طرف کبیر مراد بار بار ٹائی کے ناٹ ڈھیلی کر رہا تھا۔ اسے اتنی گھبراہٹ کس بات کی ہو رہی تھی؟ سب ٹھیک تو تھا پھر کیا؟)

آپ سب سے گزارش ہے کہ آپ عورتوں کی رضامندی کا خیال رکھیں۔ اگر وہ رضامند ہیں تو اپنے قدم آگے بڑھائیں۔ اگر وہ کچھ منٹ پہلے بھی انکار کر دیں تو اس انکار کو انکار سمجھا جائے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اس سے یہ نہ کہا جائے کہ اتنے دنوں سے تم راضی تھی تو عین موقعے پہ انکار کا کوئی جواز نہیں بنتا۔ ہر رشتے میں کنسینٹ کا ہونا بہت ضروری ہوتا ہے۔ وہ چاہے آپ کی بیوی ہی کیوں نہ ہو۔ انہیں انسان ہی سمجھا جائے۔ اس سے یہ سوال نہ کیا جائے کہ اب تک تو تمہیں کوئی دقت نہیں تھی تو اب کیا ہوا؟ کبھی کبھی جواب نہ مانگنا ہی بہتر ہوتا ہے۔ کبھی کبھی جواب شرمندہ کر دیتا ہے۔"

("سب کچھ معاف کر دینا ہانیہ لیکن عزت پہ بات آجائے تو خاموش مت رہنا۔ جب تک تم نبھانا چاہتی ہو۔ نبھاؤ۔ جب تمہیں لگے کہ تمہاری ہمت ختم ہو گئی ہے تو گھر آجانا۔ بھائی ہے ناں۔ ہمارے گھر کے دروازے ہمیشہ تمہارے لیے کھلے رہیں گے۔" اسے کبیر کی یہ بات یاد آئی۔ وہ بے ساختہ ہی رونے لگی۔ بات عزت پہ آچکی تھی۔ اب اس سے معاف نہیں کیا جا رہا تھا۔)

"چند سالوں پہلے دہلی میں ایک سروے کیا گیا تھا جس سے ہمیں یہ پتہ لگا کہ زیادہ تر ریپ جو ہوتے ہیں اور جن کی کوئی رپورٹ نہیں لکھوائی جاتی وہ وکٹم کے خاندان کے لوگ ہوتے ہیں۔ کسی کے کزن نے کبھی ہراس کیا تو کبھی ریپ۔ یہ صرف کزن، بہنوئی کی بات نہیں ہے۔ اس

میں ماموں، پھوپھا، تایا، چچا سب شامل ہیں۔ ان کی رپورٹ نہیں لکھوائی گئی۔ وجہ ہم ہیں۔ یہاں ہم نے پھر ریپ کو آگے بڑھنے دیا۔ گھر والوں سے سوال کیا گیا تو ان کا کہنا تھا کہ سماج میں بدنامی ہوتی۔

سماج کون ہے؟ ہم ہیں۔ سماج کس سے ہے؟ ہم سے ہے۔ اگر ہم ایک دوسرے پہ انگلی اٹھانا چھوڑ دیں گے تو سب معاملات ٹھیک رہیں گے۔ ہم اگر لوگوں کا ان کا اسپیس دیں گے تو کون ہے جو وہ طنز کرے گا؟ کون ہے وہ جو سوال کرے گا؟ کسی کا ریپ کر دینا کوئی معمولی بات نہیں ہے بخدا اس بات کو سمجھیں۔ یہ مت کہیں کہ اس کا ریپ کر دیا اب تو اس کی زندگی برباد ہو گئی۔ اسے کون پوچھے گا اس سے کون شادی کرے گا۔ آپ یہ کہیں کہ اس نے فلاں کا ریپ کر دیا اب اسے کون پوچھے گا۔ اس سے کون رشتہ جوڑے گا۔ جس کے ساتھ برا ہوا اس کے ساتھ مزید برا کیوں کرنا؟ جس نے برا کام کیا اسے سب اچھا اچھا کیوں دینا؟ اپنی انگلیوں کا رخ ریپسٹ کی طرف موڑیں۔ اپنی غیرت کا مظاہرہ اس کے سامنے کریں۔ اس سے کہیں کہ آج اس کی عزت روندی گئی۔ وکٹم پہ انگلیاں اٹھانا چھوڑ دیں۔ اپنے طنزیہ جملوں کی وجہ سے ہم نے آج عورتوں کو گھٹ گھٹ کر جینے کے لیے چھوڑ دیا ہے۔ ہم نے درندوں کو نوچ کھانے کے لیے

www.novelsclubb.com

چھوڑ دیا ہے۔ قانون کی عدالت کو ثبوت نہیں دے سکتے مگر گھر کی عدالت کو تو دے سکتے ہیں ناں۔"

ملک کے ہر اچھے برے علاقے میں، ہر چھوٹے بڑے گھر میں، ہر مذہب سے تعلق رکھنے والوں کے گھروں میں کوئی ایک نہ ایک ریپ وکٹم تھا۔ کسی نہ کسی کو آج سکون مل رہا تھا۔ آج ان کی سوچوں کو زبان مل گئی تھی۔ آج کئی مردوں کے، عورتوں کے منہ پہ تھپڑ پڑا تھا۔ کچھ آنکھیں نم تھیں تو کچھ آنکھوں میں بے بسی تھی۔

"یہاں اس بات کو کہنے کا مقصد صرف اتنا تھا کہ لوگ اس کو جانیں۔ اس کام کو غلط سمجھیں۔ اور جب آپ کے در پہ آپ کی بیٹی، بہن کوئی بھی عورت کسی کی ہوس کا نشانہ بن کے آئے بھلے ہی جسے آپ لوگوں نے اس کے شوہر کا درجہ دیا ہے تو اسے پناہ دے دیجیے گا۔ اسے یہ مت بتائیے گا کہ وہ شوہر ہے۔ یہ اس کا حق ہے۔ شادی کا مطلب ہر گز یہ نہیں کہ آپ جب چاہیں زبردستی کر سکتے ہیں۔"

(ہانیہ اپنے ضروری کاغذات رکھ رہی تھی۔اپنی چیزوں کے سوااس نے اس کے اپارٹمنٹ سے کچھ نہیں لیا تھا۔اب وہ کبیر کا کال کر رہی تھی۔اس نے کہا تھا بھائی کے پاس آجانا۔اب وہ بھائی کے پاس ہی رہنا چاہتی تھی۔

"ہانیہ کیسی ہو؟"وہ اتنے پیار سے بولا کہ ہانیہ کی آنکھیں بھیگ گئیں۔اس کا بھائی اس کے ساتھ تھا پھر کس بات کا رونا؟

"میں گھر آنا چاہتی ہوں کبیر۔"

"کہاں ہو تم؟"وہ اس کے بھیگے لہجے پہ بے حد پریشان ہوا۔بے حد پریشان۔

"میں تمہارے گھر.....میں ہمارے گھر آنا چاہتی ہوں۔مجھے لے جاؤ یہاں سے۔وہ مار ڈالے گا مجھے۔مار دے گا۔"وہ روتے ہوئے کہہ رہی تھی۔دوسری طرف کبیر مراد کا دل کسی نے اپنی مٹھی میں لے لیا۔اس نے بڑے ضبط سے جواب دیا۔

"ہانیہ...ہانیہ ریلیکس کچھ نہیں ہو گا میں ہوں ناں تمہارے ساتھ۔مجھے تھوڑا سا وقت دو میں تمہیں کال کرتا ہوں۔"ہانیہ نے ایک آخری نگاہ اپنی چیزوں پہ ڈالی۔سب سیٹ تھا۔باہر کیب کھڑی تھی۔بس نکلنا باقی تھا۔)

www.novelsclubb.com

"میرا مقصد صرف یہ ٹاپک چھیڑنے کا تھا۔ پارلیمنٹ میں بیٹھے ان مردوں اور ان جیسے مردوں کو جواب دینا تھا۔ جن کی وجہ سے عورتیں آج بھی زندہ لاش کی طرح زندگی گزار رہی ہیں۔ معاشرے میں بیٹھے ان لوگوں سے درخواست کرنا تھا جو ریپسٹ کو معاف کر کے صرف وکٹم کا جینا حرام کرتے ہیں۔ گھر کی چار دیواری میں بیٹھے ان مردوں کو غیرت دلانا تھا کہ کوئی بھی آپ کی بہن بیٹی بھانجی کسی پہ بھی ہاتھ ڈالے تو آپ ہاتھ ڈالنے والے کا ہاتھ کاٹیں اپنی عورتوں کو گھر میں قید نہ کریں اپنی انگلیوں کو ان کی طرف نہ اٹھائیں۔ غیرت کے نام پہ عورتوں کی زندگی کو تباہ نہ کریں۔ اپنے کندھوں کو نہ جھکنے دیں۔ شرمندہ اسے ہونا چاہیے جس نے غلط کیا ہے اسے نہیں جس کے ساتھ غلط ہوا ہے۔ کسی کے گھر چوری ہو جاتی ہے تو کوئی یہ نہیں کہتا تم نے گھر میں قیمتی چیزیں کیوں رکھیں۔ کوئی یہ نہیں کہتا کہ جب تمہیں پتہ تھا کہ چوری بھی ہو سکتی ہے تو تم نے قیمتی چیزوں کو خریدا کیوں؟ مگر وہیں کسی عورت کے ساتھ اگر کچھ غلط ہو جائے تو سارا قصور اسی کا نکال دیا جاتا ہے۔ تم اس جگہ کیوں گئی، تم نے ایسے کپڑے کیوں پہنے، تم نے اس آدمی سے بات چیت کیوں کی؟ فار گاڈ سیک دو گناہوں کو آپس میں ملانا چھوڑ دیں۔ آپ اس غلط کام کو غلط سمجھیں۔ اپنی بیویوں کی عزت روندنے کے بجائے اس کی حفاظت کریں۔ اپنی بیٹیوں

www.novelsclubb.com

کا ساتھ دیں۔اپنی بہنوں کا ساتھ دیں۔ عورت کی چوڑیاں بھی خوبصورت ہوتی ہیں اور ان ہی چوڑیوں والے ہاتھ میں پکڑی انصاف کی لاٹھی بھی۔"

("لاسٹ منٹ فلائٹ کا انتظام بہت مشکل سے ہوا ہے۔کیب سے کہیں مت جاؤ، تم ایسا کرو باہر میرا ایک آدمی آرہا ہے پندرہ منٹ تک۔ان کے ساتھ ائیر پورٹ جاؤ وہاں سارے معاملات طے ہیں تم بس دہلی آجاؤ۔ڈرنا اور گھبرانا بالکل نہیں۔" کبیر نے اسے کال کر کے بتایا تھا۔وہ اپارٹمنٹ کی بلڈنگ سے باہر نکلی تو ایک کار کھڑی تھی۔کوئی ادھیڑ عمر شخص اسے دیکھ کر فوراً باہر آیا۔ابھی تین گھنٹے باقی تھے مگر وہ وہاں ایک منٹ کے لیے بھی نہیں رک سکتی تھی۔ "میں نے اپنے اوپر ہر ظلم برداشت کیا صرف اپنے بچوں کے لیے۔میں یہی سوچ کر تمہارے ساتھ وفادار رہی کہ تم بچوں سے محبت کرتے ہو۔ مگر کل رات تم نے غلط ثابت کر دیا ایان۔ ہمارے تعلق کو جوڑے رکھنے کی ایک وجہ بھی تم نے ختم کر دی۔ تمہیں محبت صرف دولت، شہرت اور عورت سے ہے۔میں اس امید کے ساتھ تمہیں چھوڑ رہی ہوں کہ خدا تمہیں کبھی سکون نہ دے۔ تم اسی گندگی میں دھنستے چلے جاؤ۔" وہ آنکھیں بند کیے اس سے مخاطب تھی۔ جسے اب تک ہوش نہیں تھا۔ہوش تو خیر اسے کئی سالوں سے نہیں تھا۔)

"ہم نے عورتوں کو سیلف ڈیفنس بہت سکھالیا۔اب وقت ہے کہ مرد سیلف کنڑول سیکھیں۔ جب بھی کبھی آپ اپنی بیٹیوں سے کہتے ہیں کہ رات ہو گئی ہے باہر مت جانا کہیں کوئی تنگ نہ کرے تب آپ کو چاہیے کہ آپ اپنے بیٹوں سے کہیں رات کے وقت باہر جانا تو کسی کو تنگ مت کرنا۔ان سے یہ کہیں کہ تم باہر جاؤ گے تو کہیں کسی مجبوری میں نکلی عورت تمہیں دیکھ کر اپنا راستہ نہ بدل دے۔ تمہاری نظریں اسے اپنا دوپٹہ ٹھیک کرنے پہ مجبور نہ کر دیں۔ تمہاری حرکتیں کہیں ہماری عزت نہ خراب کر دے۔

ہم ایک سوسائٹی ہیں۔ وکٹم ہیں تو کریمنل بھی ہم ہی ہیں۔ ہر بار یہی کہا جاتا ہے کہ سارے مرد ایسے نہیں ہوتے مگر ہوتے ہمیشہ مرد ہی ہیں۔ جو مرد یہ کام نہیں کرتے وہ اسے بڑھاوا دیتے ہیں خاموش رہ کر، عورتوں پہ سختیاں کر کے، انگلیاں اٹھا کر، مجرموں کو رہا کر کے۔

اور اگر سارے مرد ایسے نہیں ہیں تو ان مردوں کو سامنے لے آئیں جو ایسے ہیں۔ان مردوں کے سزا دی جائے جو ایسے ہیں۔ یہ بات ثابت کریں کہ برے مردوں کو اچھے مردوں نے رہا نہیں کیا۔ڈیفینڈ نہیں کیا۔انہیں سزا ملی۔ عورت کے کپڑوں، باہر آنے جانے کے اوقات، اس کے کردار کو نہیں بلکہ ریپسٹ کو مجرم سمجھا گیا۔ پھر میں مان جاؤں گی کہ سب مرد ایسے نہیں ہوتے۔" یہ آخری بات کہہ کر وہ اسٹوڈیو سے باہر نکل آئی۔ نظیر انکل نے آگے بڑھ کر اس کا سر

تھپکا۔ مدیحہ آفس کی راہداری سے گزر رہی تھی جب حواس باختہ سی زرین نے کال کر کے بتایا۔ احمد انکل کو مائنر اٹیک ہوا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

قاسم اپنی ٹیم کو روانہ ہونے کا حکم دیتا آگے بڑھا جب کہیں سے ایک گولی اس کا بازو چیرتے ہوئے نکل گئی۔ ان کے ساتھ اسکیم ہی ہوا تھا۔ غلط انفارمیشن دی گئی تھی۔ سارے آفیسر الرٹ ہو گئے۔ وہ تیزی سے پلر اور دیواروں کی اوٹ میں ہو گئے۔ ان میں سے ایک آفیسر اپنے سینئر کو اطلاع دینے لگا۔

"واپس جاؤ سب فوراً۔" اچانک ہی ان پہ اندھا دھند فائرنگ شروع کر دی گئی۔ وہ تیزی سے دوڑتا ہوا پلر کی اوٹ میں ہوا۔ اس کے ساتھ بس تین افراد تھے اور گولی چلانے والے شاید ان سے زیادہ۔ وہ اوٹ میں ہو کر جوابی کارروائی کرنے لگے۔ قاسم نے نظریں دوڑائیں اس بنگلے کے ساتھ ایک عمارت تیار کی جا رہی تھی۔ فائرنگ وہاں سے ہو رہی تھی۔ قاسم دھیرے دھیرے ان سے چھپتا اس عمارت کی جانب بڑھنے لگا۔ بازو سے خون فوارے کی طرح نکل رہا تھا۔ خاکی وردی خون آلود ہو گئی تھی۔

www.novelsclubb.com

وہ بلیوں کی چال چلتا ہوا اس زیر تعمیر اعمارت میں داخل ہوا۔ وہاں سات آدمی کھڑے ان کا نشانہ بنائے ہوئے تھے۔ چہرے پہ ماسک لگائے کھڑے ان آدمیوں میں سے کسی کا بھی دھیان اس کی طرف نہیں گیا۔ قاسم ہلکا سا مسکرایا۔ بالکل کسی شیطان کی طرح۔ اس نے اپنی گردن دائیں بائیں گھمائیں بالکل کسی سائکو پیتھ کی طرح۔

"گائز کم آن۔" ان ساتوں نے مڑ کر اسے دیکھا۔ اس نے انہیں کچھ سمجھنے کی مہلت دیئے بغیر فائر چھوڑ دیا۔ کسی کی ٹانگوں کو نشانہ بنایا تو کسی کے بازو کا۔ وہ مسلسل گولیاں مارتا جا رہا تھا۔ ایک کے بعد ایک وہ سب زمین پہ گرے کراہ رہے تھے۔ اتنے میں اس کے ساتھی آفیسرز بھی وہیں چلے آئے۔

"اٹھا کر گاڑی میں ڈالو سب کو۔ اور جس نے بھی انفار میشن دی تھی ٹانگیں توڑ دو سالے کی۔" اس نے بازو سے نکلتے خون کو دیکھ کر کہا۔ اس کے یونیفارم پہ خون کا دھبہ بڑھتا ہی جا رہا تھا۔ ہاتھ میں بہت جلن ہو رہی تھی۔

"سر آپ پہلے ہاسپٹل چلے جائیے۔" ان میں سے ایک بولا۔

"وہیں جا رہا ہوں۔ ان کو لے چلیں پہلے۔" وہ ان میں سے ایک کو گھسیٹ کر لے جانے لگا۔ تقریباً سب ہی کو وہ گاڑی میں بھر چکے تھے۔ ان میں سے کچھ بری طرح چیخ اور کراہ رہے تھے

www.novelsclubb.com

اور کچھ شاید بے ہوش تھے۔ قاسم اپنی جیپ کے پاس کھڑا اپنے سینئر سے بات کر رہا تھا۔اس نے سرسری سی نگاہ ان ساتوں پر ڈالی پھر بات کرنے میں مصروف ہو گیا۔ان میں سے ایک نے قاسم پہ پستول تانی تھی۔اس سے پہلے کوئی کچھ سمجھتا ایک گولی سرسراتی ہوئی اس کی کمر میں گھسی۔دوسری اس کے دائیں پیر پہ لگی۔وہ گھٹنوں کے بل زمین پہ گرا ہاتھ میں پکڑا موبائل دور جا گرا۔اس آدمی نے مزید دو تین گولیاں ماری۔جو اس کے بازو اور کندھے کو چھوتے ہوئے گزری۔

اس نے ایک اور نشانہ لگایا اس سے پہلے وہ گولی چلاتا ایک آفیسر نے اس کے ہاتھ پہ فائر کیا۔اس کے ہاتھ سے پستول نیچے گرا۔اب وہ اس کے سر پہ پستول کے دستے سے وار کر رہا تھا۔

دو آفیسر بھاگ کر قاسم کی جانب آئے جو مشکل سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔اس نے چند گہری سانس لیے۔ایک افراتفری سی مچی ہوئی تھی۔اگر وہ مضبوط اعصاب کا مالک نہ ہوتا تو گر کر بیہوش ہو جاتا۔کوئی اسے ہاسپٹل لے کر جا رہا تھا۔کوئی دوسرا مشورہ دے رہا تھا۔

وہ سن ہوتے دماغ کے ساتھ سب سنتا گیا۔خون کی بو اس کے نتھنوں سے ٹکرا رہی تھی۔ایک سیلاب سا تھا جو اس کے جسم سے بہہ رہا تھا۔اس نے لرزتے ہاتھوں سے اپنی پستول اٹھائی پھر

www.novelsclubb.com

بائیں ٹانگ پہ زور دیتا اٹھا۔اس چیخ وپکار میں فضا میں تین فائر کی آواز گونجی۔ قاسم نے اس آدمی کے سینے میں پوری تین گولیاں اتاریں۔

"مجھے مارو گے تم؟ قاسم مرزا کو؟ تمہاری اتنی جرات؟"ایک آخری گولی اس نے دوسرے آدمی کو ماری۔ آفیسرز چپ چاپ اس کی کاروائی دیکھتے رہے۔بس یہیں اس کی ہمت ختم ہوئی وہ بے دم سا ہو کر زمین پر گرا۔

ان کو یہیں چھوڑ کر چند لمحے پیچھے جاؤ تو قاسم ایک کمرے میں ہاتھ سینے پہ لپیٹے کھڑا تھا۔اس کی طرف پشت کیے ڈی آئی جی کھڑے تھے۔

"تم کر لوگے قاسم؟ تمہیں مزید لوگوں کی ضرورت نہیں؟"وہ اس کے لیے فکر مند ہوئے۔

قاسم ہلکا سا مسکرایا۔

"میری اتنے سالوں کی خدمات کے بعد بھی آپ یہ پوچھ رہے ہیں۔میں سب سنبھال لوں گا۔"

"اور نہ سنبھال سکے تو؟"

"تو میں وہی کروں گا جس کے لیے میں جانا جاتا ہوں۔"وہ ایک قدم آگے آیا۔اب کے بولا تو آواز غیر انسانی لگی۔اس نے ہاتھ میں پکڑی پستول کو آنکھوں کے سامنے کیا۔"میں کروں گا.....انکاؤنٹر۔"

www.novelsclubb.com

وہ اس کی طرف گھومے اس کے کندھے پہ اپنا ہاتھ رکھا۔

"پندرہ منٹ تک اگر مجھے تمہاری طرف سے کوئی انفارمیشن نہیں ملی تو میں نے ایک دوسری ٹیم بھی تیار کر رکھی ہے جسے تم اسسٹ کرو گے، بیک اپ یو نو۔ میں انکار نہیں سنوں گا۔ بیسٹ آف لک۔" قاسم نے سر ہلایا پھر سلیوٹ کیا اور پلٹ گیا۔

قاسم نے بامشکل آنکھیں کھول کر دیکھا۔ پولیس کی کئی گاڑیاں آکر رکیں۔ آفیسرز تیزی سے ادھر ادھر بکھر گئے۔ وہ ان آدمیوں پہ تشدد کر رہے تھے۔ قاسم نے ہاتھ سے انہیں چلنے کا اشارہ کیا۔ پھر سر سیٹ کی پشت سے لگا دیا۔ اب اس کا ذہن تاریک تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

آج کا دن جو انہیں پر سکون سا محسوس ہوا تھا وہ اپنے ساتھ ایک طوفان لے کر آیا تھا۔ وہ زرین کے ساتھ ہاسپٹل میں کھڑی اسے تسلی دے رہی تھی۔ احمد انکل ہارٹ پیشنٹ تو نہیں تھے مگر پھر بھی انہیں مائنر اٹیک ہوا تھا۔ ان کا کولیسٹرول بڑھا تھا۔ ہسپتال کی راہداری سنسان اور بہت سرد تھی۔

www.novelsclubb.com

وہ زرین سے ان کی صحت کے بارے میں بات کر رہی تھی جب کسی نے اسے فون کر کے بتایا کہ قاسم مرزا کو گولیاں لگی ہیں۔ مدیحہ کے ایک لمحے کے لیے بالکل سناٹے میں رہ گئی۔ اسے اپنا دل کانوں میں دھڑکتا محسوس ہوا۔

"زرین تم یہیں رکو میں ابھی آتی ہوں۔ ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جواد یہیں پہ ہے۔ میں تمہاری سیکیورٹی بڑھادوں گی جب تک انکل یہاں موجود ہیں۔" وہ مشکل سے خود کو سنبھالے ہوئے تھی۔ زرین کے گال پہ ہاتھ رکھے وہ اس کو تسلی دیتی وہاں سے نکلتی چلی گئی۔ یہ اتفاق تھا یا کیا قاسم اس وقت اسی ہاسپٹل میں تھا جہاں وہ کھڑی تھی۔ مدیحہ دل ہی دل میں دعائیں اندھا دھند بھاگتی جا رہی تھی۔ آنکھیں رہ رہ کر بھیگ رہی تھیں۔ کسی اور کو کھونے کا حوصلا نہیں تھا اُس میں۔

www.novelsclubb.com

دور سے اسے او ٹی اس کے سامنے کھڑے تین پولیس اہلکار اور کبیر کے گارڈز نظر آ گئے تھے۔ میڈیا اور باقی لوگوں کو ہاسپٹل کے باہر ہی روک دیا گیا تھا۔ اس کے قدم سست پڑے۔ کبیر مراد کی موجودگی سے پتہ نہیں کیوں مگر اسے بہت ڈھارس ملی۔

"ٹھیک ہے وہ؟" وہ جو پریشان سا سینے پہ بازو باندھے ایک ایک پل مشکل سے گزار رہا تھا۔ اس کے پوچھنے پہ چونک کر پلٹا۔ اس سے پہلے کہ وہ کوئی جواب دیتا نادر کے ساتھ تقریباً بھاگتے

ہوئے ایک فربہ سی خاتون چلی آرہی تھیں۔ وہ بے تحاشا روتے ہوئے اس کے سینے سے جا لگیں۔

مدیحہ نے غور سے دیکھا وہ قاسم کی ماں تھیں۔ بے حد خوبصورت نقوش والی کوئی پچاس پچپن سال کی خاتون۔ قاسم ان سے بہت مشابہت رکھتا تھا۔ کبیر نے ان کے گرد اپنے بازو لپیٹے اور انہیں رونے دیا۔ مدیحہ کو ان کا دکھ اپنے دل پہ محسوس ہوا۔ کبیر ان کے رونے سے مزید پریشان لگ رہا تھا۔ سرمئی پینٹ پہ سفید شرٹ پہنے اس کے بال بکھرے بکھرے سے تھے۔ کپڑوں پہ جابجا شکنیں موجود تھیں۔ مدیحہ نے چند لمحے اسے ٹویٹر پہ ٹرینڈ کرتے ہوئے دکھا تھا۔ اس وقت وہ کتنا نک سا سا تیار تھا۔

"اسے کچھ ہوگا تو نہیں ناں کبیر۔ میرا بچہ۔" وہ مسلسل رو رہی تھیں۔ کبیر نے ملتجی آنکھوں سے مدیحہ کو دیکھا۔ اس نے سمجھ کر اپنا سر ہلایا۔ کبیر کے کہنے پر ہاسپٹل کے ایک الگ تھلگ کونے میں بنے آپریشن تھیٹر میں اس کی گولیاں نکالی جارہی تھیں۔ وہاں کوئی بینچ کرسی کچھ بھی نہیں تھا۔ ہسپتال کا یہ حصہ ابھی زیر تعمیر تھا۔ نادر ان کے لیے کرسی لے آیا تھا۔

www.novelsclubb.com

"آپ بیٹھیں چل کر آنٹی۔ کچھ نہیں ہوگا اسے۔اس کے ساتھ آپ کی دعائیں ہیں۔اسے کیسے کچھ ہو سکتا ہے؟" مدیحہ ان کا ہاتھ پکڑ کر بولی۔ وہ جو اس کی موجودگی سے غافل تھیں۔اسے دیکھ کر مزید رونے لگیں۔

"اسے کچھ ہوگا تو نہیں؟"

"کچھ نہیں ہوگا۔آپ ایسے کیسے رو سکتی ہیں۔ملک کی خدمت کرتے ہوئے اگر اسے کچھ ہو بھی گیا تب بھی آپ نہیں روئیں گی۔یہی کہتا ہے ناں وہ آپ سے؟" انہوں نے اپنا سر ہلایا۔

"پھر اس کی ہمت مت توڑیں۔آپ ماں ہیں اس کی۔اس وقت اسے سب سے زیادہ ضرورت آپ کی دعاؤں کی ہے۔ماں کی دعا سے بڑھ کر کچھ ہو سکتا ہے بچوں کے لیے؟ جتنا رونا ہے روئیں۔ہم میں سے کوئی نہیں روکے گا آپ کو مگر اس کے سامنے روئیں جسے آپ کے آنسوؤں کی قدر ہے۔جو آپ کی تڑپ کو جانتا ہے۔جو آپ کے اس غم کی قیمت کو جانتا ہے۔" قاسم کی ماں کے ساتھ ساتھ وہاں موجود سب اپنی سانسیں بند کیے اسے سن رہے تھے۔کبیر بھی چپ چاپ پریشان سا کھڑا تھا۔ایک طرف دھیان ہانیہ کی طرف لگا ہوا تھا اور دوسری طرف یہ سب۔

"اس وقت قاسم کو آپ کی دعاؤں کی اور آپ کو اپنے رب کی ضرورت ہے۔ آپ اس کے سامنے روئیں۔ وہ آپ کے آنسوؤں کو ضائع نہیں کرے گا۔ وہ آپ کے آنسوؤں کی قدر کرے گا۔ وہ آپ کے اس غم سے جلتے دل کو راحت بخشے گا۔ آپ اس کے سامنے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائیں آنٹی۔ وہ آپ کو خالی ہاتھ نہیں بھیجے گا۔ اٹھیں چلیں میرے ساتھ۔" وہ انہیں ساتھ لیے کھڑی ہوئی۔ جس راہداری میں وہ کھڑے تھے۔ وہاں کئی کمرے تھے جن کے دروازے پر تالا لٹک رہا تھا۔ مدیحہ نے وارڈ بوائے سے کہہ کر ایک دروازہ کھلوایا۔ اسے نہیں معلوم تھا اس ہاسپٹل میں پریئر ہال کہاں تھا اور تھا بھی کہ نہیں۔

اب مسئلہ یہ تھا کہ وہ نماز پڑھیں گی کس پہ؟ اس نے کالی پینٹ پہ اوور سائز سفید شرٹ پہن رکھی تھی۔ اس کے پاس کوئی دوپٹہ یا چادر نہیں تھی۔ اسے اچانک ہی زرین یاد آئی۔

"میں ایک منٹ میں آتی ہوں۔" وہ کہہ کر بھاگی۔ جب واپس آئی تو اس کے ہاتھ میں چادر تھی۔ وہ نماز کے لیے کھڑی ہو گئیں۔ مدیحہ گہری سانس لے کر واپس راہداری میں چلی آئی۔ یہ گھنٹے ان کے دلوں پر کسی قیامت کی طرح گزر رہے تھے۔ وہ سارے ہی اپنی اپنی جگہ بہت پریشان تھے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

www.novelsclubb.com

وہ چپ چاپ ہاسپٹل کے باہر سبزہ زار پہ رکھی بینچ پہ بیٹھی تھی۔سب سے چھپ کر اکیلی۔دو گھنٹے قبل ہی ڈاکٹر نے آپریشن کامیاب ہونے کی خبر دی تھی۔کچھ منٹ پہلے اسے ہوش بھی آگیا تھا مگر وہ آپریشن ہونے کے بعد ہی وہاں سے پلٹ آئی تھی۔اس سے ملنے کے لیے بھی نہیں گئی تھی۔اور اب یہاں بیٹھی رو رہی تھی۔

کوئی اس کے ساتھ آکر بیٹھا پھر اپنے جیب سے رومال نکال کر اس کی جانب بڑھایا۔مدیحہ چونکی نہیں اسے امید تھی کہ کبیر ضرور اس کے پیچھے آئے گا۔اس نے اپنا چہرہ اس کی جانب موڑا تو ضرور چونک گئی۔تھکی ہوئی آنکھیں لیے نادر اس کے ساتھ بیٹھا تھا۔

"تمہیں پتہ ہے اس دنیا میں مجھے دو چیزیں بہت زہر لگتی ہیں۔ایک امیر زادے اور دوسرا اُن کے پیادے۔وہ خود نہیں آیا تو اس نے تمہیں بھیج دیا؟"نادر نے کلائی میں بندھی گھڑی میں وقت دیکھا۔

"ڈیوٹی آورز ختم ہو گئے ہیں میرے۔اس وقت میں کبیر کے حکم کا غلام نہیں ہوں۔میں یہاں اپنی مرضی سے آیا ہوں۔"

"کیسا ہے وہ؟"اس نے قاسم کی طبیعت دریافت کی۔

www.novelsclubb.com

"ٹھیک ہیں۔ دو گولی پیر میں اندر تک گھسی ہوئی تھی۔ کمر والی گولی وہ تھوڑی مشکل سے نکالی گئی۔ خدا کا شکر ہے ان کا گردہ بچ گیا۔ ٹھیک ہیں مگر کچھ دن آرام کرنے کی ضرورت ہے ورنہ زخم ٹھیک نہیں ہوں گے۔" وہ تفصیل بتا کر چپ ہوا۔ مدیحہ نے شکر ادا کیا۔

"تم ایسے ہی سب کو رومال بانٹتے پھرتے ہو؟" وہ اس کے ہاتھ سے رومال جھپٹ کر بولی۔ ایک تو اس لڑکی کا انداز اتنا وائلنٹ کیوں تھا؟

"آپ اپنی آفس میں سب کو ایسے ہی کافی پیش کرتی رہتی ہیں؟" مدیحہ اس کی حاضر جوابی پہ مسکرائی۔ کبیر کے ساتھ دن رات رہتا ہے۔ اس کا اثر تو ہونا ہی تھا۔

"میں اپنے آس پاس بھٹکنے والوں مردوں پہ ایک نگاہ بھی نہیں ڈالتی کافی پوچھنا تو دور کی بات ہے۔ مجھے تم سے کسی بہت اپنے کی وائب آتی ہے۔ یوں جیسے تم میرے چھوٹے بھائی ہو۔"

"میں تیس سال کا ہوں میڈم۔ آپ سے کوئی لگ بھگ چھ سات سال بڑا۔" وہ ہنس کر بولا۔

"میں اٹھائیس کی ہوں۔" نادر نے چونک کر اسے سر سے پاؤں تک دیکھا۔ پھر گہری سانس لی۔

"آپ مجھے مشکل سے تیئیس یا چوبیس کی لگتی ہیں۔ کچھ آپ کی صحت بھی ایسی ہے۔ مگر خیر ہے۔ دو سال تو بڑا ہوں ناں۔"

"ہاں ٹھیک ہے مگر مجھے تم سے اب بھی چھوٹے اور ضدی بھائیوں والی وائب آتی ہے۔"

"آپ زندگی بھر لوگوں کو چھوٹا بھائی بناتی رہیں گی؟ کیا کبھی آپ کو بڑے بھائی کی کمی محسوس نہیں ہوتی؟ کہ وہ آپ کا خیال رکھے۔ آپ کی حفاظت کرے۔ ہر قدم پہ ہمیشہ آپ کے ساتھ کھڑا رہے؟" وہ ایک لمحے کے لیے بالکل چپ رہ گئی۔ پھر خالی نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

مدیحہ آج پہلی بار اسے اپنے اتنے قریب دیکھ رہی تھی۔ اس کی آنکھیں بالکل مدیحہ کی آنکھوں کے جیسی تھیں۔ سیاہ اور ذہانت سے بھرپور۔

"ہوتی ہے۔ لوگوں کا خیال رکھنے کی اتنی عادت ہو گئی ہے کہ کبھی احساس ہی نہیں ہوا کوئی میرا بھی خیال رکھے۔ میری حفاظت کے لیے بھاگا چلا آئے۔ نہ مجھے خود کبھی ایسا خیال آیا نہ کسی اور نے یہ احساس دلایا۔" تھوڑی دیر بعد جب وہ بولی تو اس کی آواز میں تھکن تھی۔ نادر چپ چاپ بیٹھا رہا۔

"میں پہلے کبیر کے دادا کے ساتھ کام کرتا تھا بہت چھوٹی عمر سے پھر انہوں نے میری پوسٹ بڑھا دی۔ تب میں نے آفیشیل طور پہ ملازمت شروع کی ایک سیکریٹری کے طور پہ۔ ان کے انتقال کے بعد مراد ہولڈنگ کا مالک کبیر بن گیا۔ شروع شروع میں اسے سخت ناپسند کرتا تھا۔ میں بس ہمیشہ ایک چیز کی تلاش میں رہتا تھا کہ مجھے کبیر کو اندھا دھند مارنے کا موقع مل جائے۔ میں بغیر گنے اسے ماروں۔ آہستہ آہستہ میں کبیر کو پسند کرنے لگا۔ میں کب ملازم سے اس کی

www.novelsclubb.com

فیملی بن گیا احساس ہی نہیں ہوا۔" وہ ایک لمحے کے لیے رکا۔ رک کر اسے دیکھا۔ وہ اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"آج ایسا عالم ہے کہ میں نے اس کے پھیلائے ہوئے کاروبار کی ذمہ داری اپنے کندھوں پہ اٹھا رکھی ہے۔ اتنے سالوں میں اتنے عرصے میں، میں اس کے اور مراد سر کے ساتھ جانے کتنے ہی ملک گیا ہوں۔ ہزاروں لوگوں سے ملا ہوں مگر آج تک کسی کو یہ برا نہیں لگا کہ میں کبیر کا باڈی گارڈ نہیں ہوں تو اس کے پیچھے کیوں کھڑا ہوں۔ آپ وہ پہلی انسان ہیں جسے یہ بات چبھی۔"

مدیحہ نے حیرت سے اسے دیکھا۔ نادر ہلکا سا مسکرایا۔

"تمہیں کیسے پتہ؟"

"آپ کی آنکھیں۔ یہ بالکل میرے جیسی ہیں۔ کوئی انسان اپنی آنکھیں کیوں نہیں پڑھ سکے گا؟ میں جانتا تھا آپ مجھے کافی نہیں آفر کر رہی ہیں۔ آپ مجھے اس کے ساتھ بیٹھنے کے لیے کہہ رہی ہیں۔ میں کبیر کا ملازم ہی ہوں۔ میں کل بھی اس کی پشت پہ موجود تھا میں آئندہ بھی رہوں گا۔ اس لیے اس بات کا غم نہ منایا کریں۔" وہ بڑی چاہت سے بولا۔ ایک پل کے لیے مدیحہ کو کبیر کی قسمت پہ رشک محسوس ہوا۔ وہ دونوں چپ چاپ ڈھلتے سورج کو دیکھنے لگے۔

"آپ کو نہیں لگتا کہ آپ تھوڑی ایب نارمل ہیں؟"

"تمہیں نہیں لگتا کہ تم ضرورت سے زیادہ سچے ہو؟" وہ بغیر اسے دیکھے بولی۔

"کبیر مراد کا شاگرد ہوں میڈم۔ اتنا اثر تو ہو گا ہی۔ "

"تم مجھے میڈم کیوں کہتے ہو؟" مدیحہ کچھ یاد آنے پہ بولی۔ نادر نے اپنے شانے اچکائے۔

"کبیر کی وجہ سے۔ وہ کبھی آپ کا نام نہیں لیتے۔ ہمیشہ میڈم ہی کہتے ہیں۔ اس لیے عادت ہو گئی ہے۔" مدیحہ کی دھڑکن رک گئی۔ اسے لگا ساری کائنات بالکل ٹھہر کر اس کے رخساروں پر آئی اس سرخی کو دیکھنے لگی ہو۔ وہ اسے میڈم کہتا ہے؟ کیوں؟۔ وہ اس کی بات کرتا ہے؟ کیوں؟

"تم کہاں گئے تھے نادر؟" وہ اپنے آپ کو سنبھال کر بولی۔ نادر نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔

"تم جیل سے نکل کر کہاں گئے تھے؟" نادر نے گہری سانس لی۔

"جہاں جانے کا آپ پوچھ رہی ہیں۔ میں ایک بار بھی وہاں نہیں گیا۔"

"کیوں؟"

"اندر آپ کا دوست پانچ گولیاں کھا کر زندہ لیٹا ہے۔ مگر پھر بھی آپ میں اتنی ہمت نہیں کہ آپ جائیں اور اسے اس حالت میں دیکھیں۔ پھر سوچیں مرنے والی میری بیوی تھی۔ وہ عورت جس سے میں بے پناہ محبت کرتا ہوں۔ میں اس کی قبر پہ جانے کا حوصلا کہاں سے لا سکتا ہوں خود میں؟"

www.novelsclubb.com

"ایک دفعہ فاتحہ بھی پڑھنے نہیں گئے؟"اس نے نفی میں سر ہلایا۔"ہو سکتا ہے اسے تمہارا انتظار ہو۔"

"مرنے والی صرف میری بیوی نہیں تھی میڈم۔میرا بچہ بھی کھویا ہے میں نے۔مجھے لگتا ہے کہ میں وہاں تک گیا تو میں زندہ نہیں رہ سکوں گا۔میں مر جاؤں گا۔انشیکا کے قاتلوں کو مارے بغیر میں کیسے مر سکتا ہوں؟"وہ اس سے پوچھ رہا تھا۔سرخ آنکھوں سمیت۔مدیحہ کو اس کی آنکھوں سے خوف محسوس ہوا۔

"آئی ایم سوری میں تمہارے لیے کچھ نہیں کر سکی۔"

"آپ نے بالکل ٹھیک کیا۔اگر آپ اسے ڈھونڈ کر کورٹ تک لے جاتیں تو انصاف ملتا۔میں انصاف نہیں چاہتا۔میں انتقام چاہتا ہوں۔"وہ بہت سکون سے مسکراتے ہوئے بولا جیسے درجن کیلے لینے کی بات کر رہا ہو۔اس نے یہ بات کسی سے سیکھی تھی وہی جس کی صحبت کا گہرا اثر تھا اس پر۔ہاتھ جھاڑ کر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔مدیحہ کافی دیر تک اس 'میڈم' والی بات کو سوچتی رہی۔

نادر مدیحہ کو اسی بینچ پر چھوڑ کر واپس راہداری میں آیا جہاں وہ سینے پہ بازو لپیٹے ہوئے ان دونوں کو ہی دیکھ رہا تھا۔خاموش نظروں سے۔جن میں مدیحہ کے لیے فکر مندی تھی۔بے چینی تھی۔

اس عورت کو غم میں دیکھ کر وہ اسی طرح بے چین ہو جاتا تھا۔ کئی سال پرانی عادت تھی۔ اتنی جلدی کیسے چھوٹ سکتی تھی بھلا؟

"ٹھیک ہیں وہ؟" نادر نے کبیر کا رومال اس کی جانب بڑھایا۔

"ہاں ٹھیک ہیں۔" نادر بھی اس کے برابر میں کھڑا اب ڈھلتے سورج کے سامنے بیٹھی مدیحہ کو دیکھنے لگا۔ یہاں سے مدیحہ کی پشت ہی نظر آ رہی تھی۔

"آنسو ہی پونچھا ہے ناں؟" کبیر نے رومال اپنے ہاتھ میں پکڑا۔

"ناک بھی پونچھی ہے۔"

"کوئی مسئلہ نہیں۔" اس نے رومال جیب میں رکھ لیا۔ نادر چونکے بغیر اسے دیکھنے لگا۔ کیا یہ وہی صفائی پسند آدمی ہے جس کے ساتھ وہ اتنے سالوں سے کام کرتا آ رہا ہے؟ اتنے سالوں میں ایسا کوئی اور منظر دیکھنے کو کیوں نہیں ملا؟

"تم نے اسے بتایا تو نہیں کہ رومال میرا تھا؟"

"نہیں۔" وہ لاپرواہی سے بولا کبیر نے گہری سانس لی۔ بے شک رومال اس کا تھا مگر نادر کو وہاں بھیجنے والا کبیر نہیں تھا۔ انہوں۔ بتایا تو ہے اس کے فینز بڑھ گئے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

رات کے کسی پہر ہانیہ کیب لے کر اپنے گھر جا رہی تھی۔ وہ گھر جو اس کا اور اس کے بھائی کا تھا۔ بچے ڈرے سہمے سے سو رہے تھے۔ آنکھیں رونا چاہتی تھیں مگر وہ خشک تھیں۔ دل دھڑکنے سے انکاری تھا مگر پھر بھی دھڑک رہا تھا۔ سانسیں چلنے پہ راضی نہ تھیں مگر چل رہی تھیں۔

ایان کے ساتھ گزرے ماہ و سال اسے بہت تکلیف دے رہے تھے۔ کب اس نے اس سے شکایت کی تھی؟ کب اس نے اس سے کچھ مانگا تھا؟ ایان نے جو کہا وہ بنا کسی اعتراض کے مانتی گئی۔ اس کا کردار، اس کی شخصیت، خصلت سب ہانیہ کے سامنے کھلی کتاب کی طرح تھی۔ مگر پھر بھی اس نے اعتراض نہیں کیا۔

اس کی ماں نے اسے یہی سکھایا تھا کہ شوہر چاہے جیسے بھی رہے تم اس کے ساتھ اچھی رہنا۔ اس نے مان تو لی تھی ماں کی بات پھر کیوں اس کے ساتھ ایسا ہوا؟

www.novelsclubb.com

ہانیہ نے بچپن سے اپنے ماں باپ کی ایک ٹاکسک شادی دیکھ رکھی تھی۔ بیوفائی کرنا، ہاتھ اٹھانا پل بھر میں عزت کو بے مول کر دینا۔ وہ یہ سب کچھ تو بچپن سے دیکھتی آ رہی تھی۔ سارا خاندان اس کی ماں پہ ہنستا تھا۔ ان کا مذاق اڑایا جاتا تھا۔ اسے اپنے باپ کے رویے سے زیادہ لوگوں کے طنز برے لگتے تھے۔ ایک اچھی اور صحتمند شادی کیسی ہوتی ہے اسے نہیں معلوم تھا۔ شادی کو بہتر کیسے بنایا جائے اسے یہ نہیں معلوم تھا۔

ایسے حال میں جو کوئی بھی اسے کسی بھی طرح کا مشورہ دیتا گیا۔وہ مانتی چلی گئی۔اسے لوگوں کی نظروں میں مزاق نہیں بننا تھا۔اسے برا لگتا تھا بہت برا لیکن وہ سب سہتے جا رہی تھی۔وہ اُف نہ کرتی تھی۔اسے لگتا تھا اگر وہ کسی بات پہ کوئی اعتراض کرے گی تو اسے بھی چھوڑ دیا جائے گا۔ اسے بھی طلاق کا منہ دیکھنا پڑے گا۔جیسے اس کی ماں کو ان کے بڑھاپے میں طلاق دے دی گئی تھی۔اس نے طلاق کے بعد کی اذیت دیکھی تھی۔اس نے گھٹ گھٹ کر جینا دیکھا تھا۔اسے خود سے زیادہ اپنے بچوں کا خیال تھا۔وہ جانتی تھی ایک بروکن فیملی کا بچہ کیسا ہوتا ہے۔اس کے اندر کون کون سی ان سیکورٹی جنم لے لیتی ہے۔

وہ اتنے سالوں سے صرف طلاق سے خوفزدہ تھی۔وہ خود پہ آئی ساری پریشانیوں کو جھیلنے کے لیے بھی تیار تھی۔مگر اب بس ہو گئی تھی۔ایان نے اپنی حد پار کر لی تھی۔وہ سب برداشت کر سکتی تھی مگر اپنے بچوں پہ کوئی آنچ نہیں برداشت کر سکتی تھی۔اگر وہ وقت پہ نہ پہنچتی تو خدا جانے کیا ہو جاتا۔

آج اس کے اندر طلاق کو فیس کرنے کی ہمت آ گئی تھی۔اپنے بچوں کے لیے وہ کچھ بھی کرنے کو تیار تھی۔وہ جانتی تھی آج کے بعد سے اس کی اور اس کے بچوں کی زندگی مکمل طور پہ بدل جانے والی تھی۔وہ یہ بھی جانتی تھی کہ آج کے بعد سے اس کے بچے بہت ان سیکور ہو جانے والے

تھے مگر اتنے نہیں جتنا کہ وہ تھی۔ہانیہ مراد کی ماں ایک کمزور عورت تھی۔وہ ایک کمزور عورت نہیں بنے گی۔وہ اپنے بچوں کے اندر پلتے سارے ٹراما کو جڑ سے اکھاڑ دے گی۔

اس کے لیے اسے بہت ہمت کی ضرورت تھی۔سب بہت مشکل تھا۔ناممکن کی حد کو چھوتا مشکل۔لیکن وہ لڑے گی۔اب وقت آگیا تھا کہ اپنے ٹراما سے ان سیکورٹی سے لڑا جائے۔گھر آ گیا تھا۔وہ ولا سے تھوڑی دوری پہ اتری تھی۔بچوں کو گود میں لیے وہ اندر جانے لگی۔جب ملازم اس کے آگے پیچھے آ لگے۔

لاؤنج میں پریشان سی ٹہلتی آسیہ مراد اسے دیکھ کر رکیں۔ہانیہ گود میں یاشم کو اٹھائے ہوئے تھی۔جس کا جسم جل رہا تھا۔ایک ملازمہ سوتی ہوئی ماہی کو اپنے ساتھ لے گئی تھی۔

"ہانیہ میرا بچہ۔مجھے دو اسے۔نادر آتا ہی ہو گا۔وہ اسے ہاسپٹل لے جائے گا۔"وہ اس کی گودی سے یاشم کو لیتے ہوئے اسے صوفے پہ بیٹھنے کا کہہ رہی تھیں۔ہانیہ بیٹھ گئی۔ملازم اس کے آگے پیچھے پھر رہے تھے۔کوئی پانی اس کے سامنے رکھ رہا تھا تو کوئی اس کی چیزیں اس کے کمرے میں لے جا رہا تھا۔

"کبیر کہاں ہے؟"اس نے آسیہ مراد سے پوچھا۔انہوں نے غور سے اسے دیکھا۔اس کی حالت قابل رحم تھی۔

"قاسم کو گولی لگی ہے بیٹا۔ وہ وہیں ہے۔ آتا ہی ہو گا۔ کیب سے کیوں آئی تم؟"

"گھر ہی تو آنا تھا آنٹی چاہے جیسے بھی آتی۔" اس نے زبردستی مسکرا کر کہا۔ عین اسی لمحے تیزی سے چلتا ہوا کبیر آیا اور دروازے پہ ہی ٹھہر گیا۔

صوفے کی پشت سے ٹیک لگائے وہ چپ چاپ ممی کی بات سن رہی تھی۔ الجھے الجھے سے بال، کپڑوں پہ جابجا شکنیں، چہرے پہ تھپڑوں کے نشان لیے وہ اس کا دل چیر گئی تھی۔ کبیر کو لگا جیسے کسی نے اس کے دل پہ پاؤں رکھ دیا ہو۔ ہونٹ تھوڑا سوجا ہوا تھا۔ چہرے پہ آئے زخم یوں تھے جیسے پانی سے انہیں صاف کیا گیا ہو۔ اس کے گلے میں گلٹی ابھر کے معدوم ہوئی۔ یکایک ہی ہانیہ نے اسے دیکھا۔ وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس میں چلنے کی تاب اب ختم ہو چکی تھی۔ اس سے آگے نہ بڑھا گیا۔ کبیر نے آگے بڑھ کر اس کی مشکل آسان کر دی۔ وہ جیسے آگے بڑھ رہا تھا ہانیہ کے گال پھیل رہے تھے۔

کبیر نے اس کا ہاتھ پکڑا پھر اس کے گرد اپنے بازو لپیٹ دیے۔ ہانیہ رونے لگی۔ با آواز۔ وہ ایسا روئی کہ مراد خان کا سارا محل دہل گیا۔ دیواریں خوف سے سمٹنے لگیں۔ آسیہ مراد کی آنکھیں نم ہو گئیں۔ کبیر کے تاثرات کسی پتھر کی مانند سخت تھے۔ وہ اسے لیے اس کے کمرے میں چلا آیا۔

www.novelsclubb.com

"پانی پیو اور مجھے بتاؤ کیا ہوا تھا؟ ہاتھ اٹھایا ہے اس نے تم پر؟" اس نے اسے بیڈ پہ بیٹھایا۔ ہانیہ نے پانی کا گلاس پکڑا۔ کبیر اس کے پاس زمین پہ گھٹنوں کے بل بیٹھا۔ ہانیہ نے ڈھکے چھپے الفاظ میں ساری کہانی کہہ سنائی۔ کبیر چپ چاپ سب سنتا گیا۔ ممی ساتھ ہی کھڑی تھیں۔

"اس کی وجہ سے میرا بچہ مر جاتا تو؟ میں نہیں رہ سکتی اس کے ساتھ اب۔" وہ اتنے کرب سے بولی کہ کبیر کے اندر ابلتا غصّہ مزید بڑھ گیا۔

"ہانیہ ایک بار اس سے مل کر۔۔۔۔"

"آپ چپ رہیں۔ آپ کچھ نہیں بولیں گے ممی اس معاملے میں۔ آپ نے جتنا درس دینا تھا آپ دے چکی ہیں۔ فار گاڈ سیک ممی ڈومیسٹک وائلنس کو شوہر کی تھکن، مزاج وغیرہ جیسی باتوں کا نام دینا بند کر دیں آپ۔ آپ کی ہی وجہ سے یہ حال لے کر لوٹی ہے وہ۔ اس لیے اب بالکل چپ رہیں گی۔ میں مر نہیں گیا ہوں، زندہ ہوں۔ میں دیکھ لوں گا سب۔ جب آپ کو اسے شادی، رشتے اور اس کے نشیب و فراز کے بارے میں بتانے کی ضرورت تھی تب آپ اسے غلامی کرنا سکھا رہی تھیں۔ آپ آج بھی وہی کر رہی ہیں۔" ان کی بات کر وہ بولا نہیں دھاڑا تھا۔ انہوں نے سر نفی میں ہلا کر مزید کچھ کہنا چاہا مگر وہ ہاتھ اٹھا کر انہیں روک چکا تھا۔

www.novelsclubb.com

"اس کے بعد بھی آپ چاہتی ہیں کہ وہ اس سے بات کرے؟ واؤ۔ نہیں آپ آج بتادیں کیا چاہتی ہیں؟ بھلے ہی مر جائے وہ لیکن شادی ہر ممکن طور پہ نبھائے؟ ہاں؟ حالت دیکھیں اس کی۔ جانوروں کی طرح مارا گیا ہے اسے۔ اس لیے میں کہتا تھا کہ اس حرامزادے کو میں دیکھ لوں گا۔ مجھے ہینڈل کرنے دیں۔ لیکن آپ ہر بار ماں ہونے کا فائدہ اٹھا لیتی تھیں۔ اب بھاڑ میں جائے ساری مروت۔ اس معاملے میں آپ یا ہانیہ نے تھوڑی بھی مروت دکھائی تو جو ہو گا اس کے ذمہ دار آپ لوگ ہوں گے۔" وہ دونوں کو وارن کرتا روتا ہوا چھوڑ کر کمرے سے باہر چلا گیا۔ ہانیہ بے بسی سے مٹھی بھینچ کر رہ گئی۔ آسیہ ابھی تک ساکت کھڑی تھیں۔ وہ انہیں کیا سمجھتا ہے آخر؟ اس نے آخر بات کیوں نہیں سنی؟

تھوڑی دیر بعد وہ یاشم کو گودی میں اٹھائے باہر جا رہا تھا۔ ہانیہ نے اپنے پیٹ پہ ہاتھ رکھا۔ اسے درد محسوس ہو رہا تھا۔ بہت زیادہ درد۔ رات ایان نے اسے پیٹ پر لاتعداد ٹھوکریں ماری تھیں۔ اس کے بھاری بوٹس معدے کے نیچے آ کر لگے تھے۔ ہانیہ کسی بڑے نقصان کے خوف کے زیر اثر تھی۔ آسیہ پاس کھڑی اس کے بالوں میں اپنا ہاتھ پھیر رہی تھیں۔ اسے سمجھا رہی تھیں۔ وہ ساتھ ملازمین کو بھی ہدایت دے رہی تھیں۔ ایک طوفان تھا جو ان کے محل میں آ کھڑا ہوا تھا۔ ایک عذاب تھا جو وہ اپنے دل پہ محسوس کر رہی تھیں۔

www.novelsclubb.com

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

موسم کا اپنا عجیب حال ہو رکھا تھا۔ کبھی پر سکون دل کو موہ لینے والی ہوائیں چلتیں کبھی ہلکی پھلکی پھوار تو کبھی تیز دھوپ سارے میں پھیل جاتی۔ آج موسم کافی خوشگوار سا تھا۔ کبھی دھوپ تو کبھی چھاؤں۔ ایسے میں ہم مکھر جی نگر کے اس تنگ سے علاقے میں جائیں تو وہاں بہت حبس محسوس ہو رہا تھا۔ بوسیدہ عمارتیں ایک دوسرے سے جڑی ہوئی کھڑی تھیں۔

ان ہی بوڑھی اور بوسیدہ عمارتوں میں سے ایک عمارت کے اندر جاؤ تو زرین زمین پہ بیٹھی روٹیاں سیک رہی تھی۔ احمد بیڈ پر نیم دراز ہو کر پیسوں کا حساب کر رہے تھے۔ جب سے مدیحہ ان سے مل کر گئی تھی تب سے اب تک زرین کو باہر جانے کی ضرورت نہیں پڑی تھی۔ ایک دبلا پتلا گورا سا چہرے پہ دنیا جہان کی معصومیت لیے خوبصورت سا لڑکا جو مدیحہ سے بہت مشابہت رکھتا تھا۔ وہ ہر ہفتے ان کی ضرورت کا ہر سامان دے جاتا تھا۔ گروسری سے لے کر ان کی دوائیں وہ باقاعدگی سے پہنچایا دیا کرتا تھا۔ مگر اس بار آتے وقت وہ ان کے لیے ڈھیر ساری شاپنگ کر کے آیا تھا۔

چند ہزاروں کے سوا ان کے پاس کچھ نہیں بچا تھا۔ اتنے مہینوں سے وہ کما نہیں رہے تھے۔ بینک اکاؤنٹ فریز کر دیے گئے تھے۔ ان کے پاس کیش پہلے بھی کم تھا پھر اب وہ مشکل سے پانچ چھ

ہزار ہی تھے۔اگر مدیحہ باقاعدگی سے چیزیں نہ بھیج رہی ہوتی تو شاید انہیں بھوکا رہنا پڑتا۔انہیں ہاسپٹل سے آئے آج دوسرا روز تھا۔وہاں مدیحہ کسی بیٹے کی طرح ساری ذمہ داریاں اٹھائے ہوئے تھی۔وہ ایک گہری سانس لے کر رہ گئے۔

ایک نظر انہوں نے زرین پہ ڈالی۔اسے آج خاموش ہوئے دوسرا دن تھا۔بولتی وہ پہلے بھی زیادہ نہیں تھی۔اس کی ہنسی کھلکھلاہٹ سنے شاید ایک برس سے بھی زیادہ کا عرصہ ہو گیا تھا۔فصیح کے بعد وہ مشکل سے ہی چند ایک بات کہہ لیا کرتی تھی۔کل سے وہ بالکل خاموش تھی۔

احمد کو اس کی خاموشی بے طرح چبھ رہی تھی۔

"مدیحہ کا فون آیا تھا زرین؟" وہ یوں چونکی جیسے کسی نے گہری نیند سے جگا دیا ہو۔

"نہیں ابا۔آئے گا تو میں بتا دوں گی۔" وہ بے تاثر لہجے میں بولی۔

"کھانا بن گیا؟" وہ اب اس سے بات کرنے کا بہانہ ڈھونڈ رہے تھے۔

"جی ابا بن گیا ہے۔آپ کو لگا دوں؟" وہ ہاتھ دھو کر ان کے سامنے کھڑی منتظر نظروں سے دیکھ رہی تھی۔احمد نے سر نفی میں ہلایا اور اسے ساتھ آکر بیٹھنے کا کہا۔وہ کسی روبوٹ کی مانند سر ہلا کر پاس آکر بیٹھ گئی۔

"چپ کیوں ہو؟ کوئی بات ہے؟" وہ دھیرے سے پوچھ رہے تھے۔ زرین کے چہرے پہ کوئی تاثر نہ آیا۔ وہ چپ چاپ انہیں دیکھتی رہی۔

"نہیں تو۔ کیا بات ہو گی ابا؟ میں پہلے کون سا بولتی تھی؟" احمد نے کچھ نہیں کہا۔ وہ لب کاٹتے ہوئے انہیں دیکھ رہی تھی۔ جیسے منتظر ہو کہ کوئی اگلا حکم دیں تو وہ اٹھ کر جائے۔ ان کے دل کو چھوا۔ اس کی اس حالت کے ذمہ دار وہ خود تھے۔

"ایک بات کہوں ابا؟" اس نے تھوڑی دیر بعد کہا۔ احمد نے ہوں کہہ کر اجازت دی۔

"ہم کتنے مہینے اور انتظار کریں گے؟ ہاں ٹھیک ہے مدیحہ نے بہت مدد کی ہے۔ اس کی جگہ کوئی اور ہوتا تو شاید کبھی ایسا کچھ نہ کرتا۔ مگر بھائی کے کیس کا کیا ہوا کچھ خبر نہیں۔ آپ اتنے آرام سے کیسے ہیں۔ آپ ان پہ ایسے کیسے بھروسہ کر سکتے ہیں؟"

"مجھے مدیحہ سے زیادہ اس شخص پہ بھروسہ ہے جس نے ہمیں مدیحہ کی طرف بھیجا ہے۔ اگر وہ کہہ رہا ہے کہ مدیحہ پہ بھروسہ کیا جائے تو مدیحہ نے یہ ثابت بھی کیا ہے کہ وہ بھروسہ کیے جانے کے قابل ہے۔ ان سارے کاموں میں وقت لگتا ہے۔ سب بہتر ہو گا۔" وہ اس کو سمجھاتے ہوئے بولے۔ زرین بہت معصوم تھی۔ بیوقوفی کی حد کو چھوتی معصوم۔ انہیں بہت چن چن کر

اس کے سامنے بات کہنی پڑتی تھی۔اسے ان کی بات تو نہیں سمجھ آئی تھی مگر اس نے سر اثبات میں ہلا دیا۔

"مدیحہ نے کہا تھا وہ ہماری رہائش کا انتظام کر دے گی۔ہم سب سے پہلے بھائی کی قبر پہ چلیں گے سفید پھول سمیت۔انہیں کس قدر پسند تھے سفید پھول۔آپ جانتے ہیں جب وہ مجھ سے ملنے آتے تو سفید پھول ہی لایا کرتے تھے۔کیونکہ انہیں سفید پھول پسند تھے تو مجھے بھی وہی پسند ہونے چاہیے تھے۔"اس نے پر نم آواز میں کہا۔احمد نے اپنی سانس تک روک لی تھی۔وہ اسے بولنے دینا چاہتے تھے۔

"مجھے ان کی بات پسند نہیں آتی تھی لیکن میں ان سے نہیں کہتی کہ مجھے سرخ گلاب بہت پسند ہیں۔میں ڈرتی تھی کہیں وہ میرے پاس آنا نہ چھوڑ دیں۔ایک وہی تو تھے جنہیں فکر ہوتی تھی کہ میں نے کھانا کھایا ہے یا نہیں۔آج دیکھیں ابا وہ نہیں ہیں اور میں تین دنوں سے بھوکی ہوں۔کسی نے نہیں پوچھا کہ زرین نے کھانا بھی کھایا یا نہیں۔" گرم گرم سیال بہنے لگے۔وہ گھٹنے سمیٹ کر بیٹھ گئی۔ان کے گرد اپنے بازو لپیٹ لیے۔

"انہیں فکر تو رہتی تھی کہ زرین رات ٹھیک سے سوئی یا نہیں۔ دیکھیں ابا میں پچھلے سات مہینوں سے نہیں سو سکی۔ کسی نے نہیں پوچھا کہ۔۔۔" کچھ حلق میں اٹک گیا تو وہ بول نہیں سکی۔

"صرف انہیں فکر رہتی تھی میری۔ صرف وہ دیکھنے آتے تھے کہ میں زندہ ہوں بھی کہ نہیں۔ دیکھ لیں ابا میں مر رہی ہوں اور وہ مجھے دیکھنے نہیں آ رہے۔" اس سے مزید نہیں بولا گیا۔ وہ سر گھٹنوں پر رکھے آواز سے رونے لگی۔ احمد کو پہلی بار احساس ہوا کہ ان کی بیٹی زندگی میں پہلی بار ان کے سامنے روئی ہے۔ ایسا نہیں تھا کہ وہ بہت مضبوط تھی۔ وہ بہت کمزور تھی۔ بس انہوں نے کبھی موقع نہیں دیا اُسے اپنے سامنے ہنسنے یا آنسو بہانے کا۔ وہ کبھی اس کے ساتھ نہیں بیٹھے۔ اس سے باتیں نہیں کیں۔ اس سے کچھ کہا نہ اس کو کبھی سنا۔

وہ دل کڑا کیے اسے دیکھتے رہے پھر اس کا سر اپنے کندھے سے لگا لیا۔ اتنے دن کی خاموشی کا یہ مطلب تھا پھر اتنے سالوں کی خاموشی کا کیا مطلب ہو گا؟ وہ روتی رہی اور سارا دن فصیح کی باتیں کرتی رہی۔ احمد کے دل پہ پڑے بوجھ کا وزن کچھ اور بڑھ گیا۔ اس کے پاس فصیح کے علاوہ تھا کون؟ خود کبھی انہوں نے بھی اسے کبھی ویسی محبت نہیں کی تھی جیسی ایک اولاد سے کی جاتی ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ہاسپٹل ویسا ہی تھا۔ سرد۔ یخ۔ سفاک۔ لوگوں کا رش آتے جاتے وارڈ بوائے اور فینائل کی بو۔ قاسم کو آج دوسرا دن تھا یہاں۔ ان دو دنوں میں مدیحہ نہیں آئی تھی۔ آج نجانے کہاں سے اس میں اتنی ہمت آئی کہ وہ اس سے ملنے کے لیے چلی آئی۔ لمبی راہداری میں عادتاً تیز قدم اٹھاتی وہ چلتی جارہی تھی۔ پرپل رنگ کے لمبے کرتے پہ جینز پہنے گہرے بھورے بالوں کو کھلا چھوڑے وہ ہلکے پھلکے سے میک اپ میں ہمیشہ کی طرح بہت پیاری لگ رہی تھی۔

کل رات ہی قاسم کا میسج آیا تھا کہ وہ اس سے ملنے کیوں نہیں آئی کیا اب مریض کی عیادت بھی نہیں کرے گی؟ تو اس نے سوچا آج مریض سے مل ہی لیتے ہیں۔

قاسم کو دوسرے اور قدرے بہتر روم میں شفٹ کر دیا گیا تھا۔ کمرے کے باہر راہداری میں ایک حوالدار کھڑا اونگھ رہا تھا۔ مدیحہ اسے دیکھ کر مسکرائی۔ جواباً وہ بھی مسکرایا۔ پھر وہ دروازہ کھول کر اندر گئی تاکہ مریض سے مل سکے۔ مگر یہ کیا؟ مریض تو بیڈ پہ تھا ہی نہیں۔ مریض کے بجائے مریض کے بچپن کا دوست گھٹنے پہ لحاف ڈالے ایک ہاتھ میں کوک اور دوسرے ہاتھ میں پزا کا مزیدار سلائس لیے کچھ کہہ رہا تھا۔ منہ میں پزا کچھ زیادہ ہی بھرا ہوا تھا کہ اس کی پھنسی پھنسی سی آواز نکل رہی تھی۔ ایک منٹ اسے اتنی جلدی کس بات کی تھی؟

مدیحہ نے نظر گھما کر مریض کو ڈھونڈنا چاہا تو وہ۔۔۔۔اوہ مل گیا۔ وہ صوفے پہ لیٹا تھا۔ پٹیوں میں جکڑی ٹانگ ساتھ رکھی کرسی پہ ڈالی ہوئی تھی۔ اس کے ہاتھ میں بھی پزا کا سلائس تھا مگر وہ دوسرے ہاتھ میں پکڑے سگریٹ کا دھواں چھوڑ رہا تھا۔ صوفے کے ساتھ رکھی میز پہ کم از کم اتنے لوازمات تو تھے ہی جتنے میں ایک پوری بستی کا پیٹ بھر سکے۔

وہ حیران نظروں سے ان دونوں کو دیکھ رہی تھی۔ اور اسے دیکھ کر مریض کے دوست پہ کوک چھلکتے چھلکتے ہی رہ گئی۔ صوفے پہ اپنی دوسری ٹانگ ہلاتا قاسم رکا۔ مریض کا دوست بیڈ سے چھلانگ لگا کر اترا۔ چادر درست کی۔ لحاف ٹھیک کیا۔ مریض کو احتیاط سے اپنے کندھوں کا سہارا دے کر اٹھایا اور پھر اسی احتیاط سے بیڈ پہ لیٹنے میں مدد کی۔ وہ بس حیرت کے مارے تھوڑا سا منہ کھولے یہ ساری کارروائی دیکھ رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

"بیٹھیں ناں آپ پلیز۔" مریض کا دوست ہاتھ جھاڑتے ہوئے کرسی کی جانب اشارہ کر کے بولا۔ مدیحہ انہی تاثرات سمیت قاسم کے پاس بیڈ پہ بیٹھی۔

"کیسی ہو مدیحہ؟ کیسے آنا ہوا؟" مریض منہ پہ لگے کھانے کو صاف کرتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔ پھر سگریٹ فرش پہ پھینکی جسے مریض کے دوست نے جوتے سے مسل کر بجھا دی۔

"میں یہاں مریض سے ملنے آئی تھی۔" جیسے اس کے تاثرات تھے آواز بھی ویسی ہی نکلی۔

حیران۔پریشان۔

"خالی ہاتھ چلی آئی؟ شرم نہیں آئی؟ کم از کم ایک پھول کا گلدستہ ہی لے آتی۔" مریض مسکراتے ہوئے بولا۔اور بس پھر یہیں دماغ خراب ہو گیا اس کا۔

"تم کمینے آدمی۔میں تمہارے غم میں تم سے ملنے نہیں آرہی تھی۔میں سوچ رہی تھی کہ سامنا کیسے کروں گی تمہارا۔پٹیوں میں جکڑا ہوا کیسے دیکھوں گی۔وہ بھی تب جب تم موت کو چھو کے آجاتے ہو ہر بار۔۔۔اور مرتے ایک بار بھی نہیں۔میرا دماغ خراب ہو گیا ہے سب سوچ سوچ کر اور تم یہاں پارٹیاں کر رہے ہو؟"

"لو میں تو ابھی بھی پٹیوں میں جکڑا ہوا ہوں۔اور ایک منٹ تم اس انتظار میں تھی کہ میں مر جاؤں؟" وہ اپنی پٹیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہہ رہا تھا پھر آخر میں خفگی سے منہ پھلایا۔

مدیحہ نے غور سے دیکھا۔اس کی رنگت زرد پڑ رہی تھی۔کندھوں اور کمر پہ زور سے پٹی باندھی گئی تھی۔جہاں سے خون رس کر جم گیا تھا۔سیدھے ہاتھ کی ٹانگ کا بھی یہی حال تھا۔غالباً آج اس کی پٹی نہیں تبدیل نہیں کی گئی تھی۔

www.novelsclubb.com

"درد ہو رہا ہے؟" وہ اس کے پاؤں کے زخم کو انگشت شہادت سے زور زور سے دبا کر بولی۔

قاسم ہلکا سا چیخا۔

"نہیں گدگدی لگ رہی ہے۔ کندھوں پہ بھی کرو ناں۔ بدتمیز عورت ہاتھ ہٹاؤ اپنا۔" وہ اس کے ہاتھ کو جھٹک کر بولا۔ مدیحہ نے گہری سانس لی چلو اللہ کا شکر ہے وہ نارمل ہے۔ گولی لگنے کا اثر دماغ پہ نہیں ہوا۔

"گھر کب جاؤ گے؟"

"آج جاؤں گا۔" اس نے ایک ہاتھ سر کے نیچے رکھ کر جواب دیا۔ مریض کا دوست صوفے پہ بیٹھا کھانے میں مصروف تھا۔ ارے مریض کے دوست کا نام تو میں نے بتایا ہی نہیں۔ مریض کے دوست کا نام کبیر مراد ہے! جی ہاں وہی کبیر مراد جس کے پاس ڈھیر ساری دولت ہے۔

"حمزہ کی منگنی ہے۔ اسی کی شاپنگ کے لیے نکلی تھی تو سوچا تم سے بھی مل لوں۔" ایک ادا سے بالوں کو جھٹک کر کہا گیا۔ مریض کا دوست نجانے کیوں ہلکا سا مسکرایا۔

"ایک تو تمہارے خاندان کی شادیاں۔ آخر یہ لوگ تھکتے کیوں نہیں شادی کر کر کے؟" مریض کا دماغ خراب ہوا۔

"تمہیں مسئلہ کس سے ہے؟ شادیوں سے یا میرے خاندان سے؟"

www.novelsclubb.com

"دونوں سے۔" مریض کے دوست نے اطلاع دینا اپنا فرض سمجھا۔ وہ مریض کو دیکھ رہی تھی۔ مریض اپنے دوست کی بات سے متفق تھا۔

"شادیوں میں اتنا خاص نہیں ہوتا کچھ۔ لوگوں نے بس اس کو بہت سر پہ چڑھا رکھا ہے۔" وہ منہ بنا کر بولا۔

"اس لیے کہہ رہے ہو کیونکہ بہت کوششوں کے باوجود تمہاری نہیں ہو رہی۔ ورنہ ایک چٹکی سندور کی قیمت تم کیا جانو حولدار بابو۔" وہ تپا نے والی مسکراہٹ کے ساتھ کسی بہت پاپولر مووی کا پاپولر ڈائیلاگ توڑ مروڑ کر بولی۔ قاسم کا تو دماغ ہی گھوم گیا۔

"یہ تم حولدار کسے کہہ رہی ہو؟"

"تمہیں۔ اور بالکل بجا فرمایا ہے۔" مریض کے دوست نے بہت تابعداری سے سر ہلا کر جواب دیا۔

"تھینک یو کبیر۔" وہ بنا اسے دیکھے بولی۔ جواباً کبیر نے اس کے پھیلائے ہاتھ پہ اپنا ہاتھ مارا۔

"تم دونوں بھول گئے ہو تو یاد کروا دوں۔ آپ حضرات ایک دوسرے کی شکل سے سخت نفرت کرتے ہیں۔ اس لیے تم دونوں کسی بات پہ متفق ہونے کا حق نہیں رکھتے۔" مریض نے ایک ایک لفظ چبا کر کہا۔

"لاکھ اختلاف سہی لیکن سچ کا ساتھ تو دینا ہی پڑے گا ناں۔" وہ آنکھیں پٹپٹا کر بولی۔

"کون سا سچ؟"

"حولداری کا۔" مریض کے دوست نے کہا۔

"تم لوگ مجھے ابھی جانتے نہیں ہو۔ میں جس جگہ کھڑا ہو جاؤں۔۔۔"

"لائن وہیں سے شروع ہوتی ہے؟" مریض کا دوست بات کاٹ کر بولا۔

"وہ بھی حولداروں کی۔" مدیحہ نے پزا کا ایک سلائس اٹھایا۔ قاسم کا چہرے طیش کے مارے سرخ ہونے لگا۔ بس سر پہ سینگ نکلنا باقی تھا۔

"میں جس جگہ کھڑا ہو جاؤں مجرموں کی ٹانگیں کانپنے لگ جاتی ہیں۔" اس نے بمشکل ہمت کر کے کہہ ہی دیا۔ کبیر نے حیرانی سے اوہ کہا۔

"فی الحال تو آپ جناب کی ٹانگیں کانپ رہی ہیں۔" اس نے اس کی پٹیوں میں لپٹی ٹانگ تھپتھپائی۔

"اللہ مریض کو صحت دے۔" مدیحہ باقاعدہ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے لگی۔ پیچھے سے کبیر نے آمین کہا۔

www.novelsclubb.com

"تم دونوں اٹھو اور دفعہ ہو جاؤ یہاں سے۔ بالکل رکنا مت چلتے جانا جب تک جہنم نہ آجائے۔"
وہ رو دینے کو تھا۔ یعنی پانچ گولیوں کے بعد بھی کوئی عزت نہیں؟ ایسے کیسے! مدیحہ ہنسنے لگی پھر اس کی ہنسی قہقہے میں تبدیل ہو گئی۔ کبیر کرسی گھسیٹ کر بیڈ کے قریب بیٹھ گیا۔ اب حال یہ تھا کہ قاسم منہ پھلائے بیڈ پہ لیٹنے کے انداز میں بیٹھا تھا۔ مدیحہ اس کے پیروں کے پاس بیٹھی تھی۔ اور مدیحہ کے پاس کرسی رکھے مریض کا دوست بیٹھا تھا۔

"پتہ ہے میں نے باہر کھڑے حولدار سے پوچھا تمہارے صاحب کیسے ہیں؟ تو کہنے لگا میڈم میں نے جا کر صاحب سے اُن کی طبیعت پوچھی۔ میں نے پوچھا صاحب کیسے ہو تو صاحب کہنے لگے بھائی میں تو رشوت خور ہوں۔ تو اپنی سنا تو کیسا ہے؟" وہ جس مزے کے ساتھ تالی بجا کر بولی کبیر کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔ اس نے ہنستے ہوئے مدیحہ کے ہاتھ پہ تالی ماری۔ ناچاہتے ہوئے مریض بھی بے بسی سے ہنس دیا۔ باہر کھڑے حولدار کو اس کہانی کا اے بی سی ڈی بھی نہیں معلوم تھا۔ دفعتاً مریض کے دوست کو چھینک آئی پھر دو چار بار مسلسل چھینک آتی رہی۔

"تمہیں زکام ہوا ہے؟" قاسم نے سوال کیا۔ اس نے چھینکتے ہوئے بامشکل سر اثبات میں ہلایا۔ مدیحہ چپ چاپ اس کی پرفارمنس دیکھتی رہی۔

www.novelsclubb.com

"ہاں میرا مشورہ مانو تو ماسک پہن لو ورنہ تم دونوں کو بھی ہو جائے گا۔" وہ ناک رگڑ کر بولا جو سرخ ہو چکی تھی۔ "پتہ نہیں کیا مسئلہ ہے ہر دو دن بعد زکام ہو جاتا ہے۔"

"تم روٹی کے ساتھ وکس واپورب کھایا کرو۔" مریض نے مشورہ دیا۔ کبیر ہنسا تو مدیحہ چونکی۔ ایک منٹ وہ اس کے ساتھ ہنس رہی تھی؟ کیوں؟ اس کے چہرے پہ پہلے والی نرمی غائب ہوئی۔

"قاسم تم یہاں سے اپنے اپارٹمنٹ جاؤ گے؟ یا اپنے گھر؟"

"میرا گھر میرا اپارٹمنٹ ہی ہے۔ وہ جس کی تم بات کر رہی ہو۔ وہ میری ماں کے شوہر کا گھر ہے۔ میں دوسروں کے گھر ٹھہرنا پسند نہیں کرتا۔" وہ اچانک ہی بہت سرد لہجے میں بولا مدیحہ لمحے بھر کے لیے چپ ہو گئی۔ اسے سمجھانا بے کار تھا اس لیے وہ دوسری باتیں کرنے لگی۔ مزید ایک گھنٹہ اس کے پاس رک کر وہ چلی گئی۔

www.novelsclubb.com

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

رات کا نجانے کون سا پہر تھا۔ شاید ساڑھے گیارہ بج رہے تھے۔ موسم اس وقت بالکل صاف تھا۔ چاندنی سارے دہلی کو اپنی آغوش میں لیے ہوئے تھی۔ ایسے میں وہ اپنے آفس میں بیٹھی ایک فائل اسٹڈی کر رہی تھی۔ آج نظیر انکل کے بیٹے کی سالگرہ تھی۔ چینل میں کام کرنے

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

والے سبھی لوگ اس پارٹی میں شرکت کرنے گئے ہوئے تھے۔ تو وہ وہاں سے نکل کر بابا کے آفس چلی آئی تھی۔

بلڈنگ تقریباً خالی تھی۔ جس فلور پہ وہ کام کر رہی تھی وہ تو بالکل خالی تھا۔ شاید گراؤنڈ فلور پہ کوئی ابھی بھی موجود تھا شاید نہیں۔ نظیر انکل کے ہاں ان کے بیٹے کی پارٹی میں وہ کبھی شرکت نہیں کر سکی تھی۔ ہر بار کوئی نہ کوئی ضروری کام آجاتا تھا۔ مدیحہ لیپ ٹاپ کی اسکرین بند کر کے انگڑائی لے رہی تھی۔ جب اسے محسوس ہوا کوئی راہداری میں دوڑتے ہوئے گیا ہے۔

انگڑائی لیتی وہ رکی۔ پھر رک کر کسی کی موجودگی محسوس کی۔ اس سے پہلے بھی وہ کئی بار کسی کی موجودگی محسوس کر چکی تھی۔ کسی کو بھاگتے ہوئے دیکھ چکی تھی۔ کوئی واقعی باہر تھا مگر کون؟ وہ محتاط انداز میں اٹھی۔ میز پہ رکھا واس ہاتھ میں اٹھایا اور پھر باہر نکل آئی۔ مگر یہ کیا؟ پوری راہداری میں سناٹے کے سوا کچھ نہیں تھا۔

کسی کے قدموں کی آہٹ ابھی تک آرہی تھی۔ مدیحہ محتاط انداز میں قدم اٹھاتی چلتی جا رہی تھی۔ اگر آفس کا کوئی بندہ تھا تو ایسے کیوں چل رہا تھا؟ بالکل اچانک ہی راہداری کی ساری بتیاں گل ہو گئیں۔ مدیحہ کی سانس لمحے بھر کو رکی۔ اس نے لبوں پہ گھبراہٹ کے مارے زبان پھیری۔

www.novelsclubb.com

"کوئی ہے وہاں ؟"اس نے محتاط نظروں سے اندھیرے میں ارد گرد دیکھا۔کوئی دھیرے دھیرے چل کے آرہا تھا۔مدیحہ نے اپنا جی کڑا کیا۔

"کون ہے ؟"کسی ہارر مووی کی طرح بولنے کی کوشش کی گئی مگر ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔اس کی آواز میں اتنا بھی خوف نہیں تھا نہ ہی اس کی آواز پلٹ کر واپس آئی۔بس وہ زرا محتاط انداز میں بول رہی تھی۔اس نے اپنے پیچھے کسی کی موجودگی محسوس کی۔

"ملنے کی کوشش مت کرنا۔"ایک سر گوشی کی گئی۔مردانہ سر گوشی کی گئی۔مدیحہ کی گردن کے روئیں کھڑے ہو گئے۔

"کون ہو تم ؟"

"ششششش۔خاموش رہو۔"وہ اس آواز کو نہیں پہچانتی تھی۔شاید وہ زندگی میں پہلی بار ایسی کوئی آواز سن رہی تھی۔بھاری اور شاید زکام زدہ۔اس کی آواز میں کچھ بہت عجیب سا تھا شاید اس نے اپنے منہ پہ ماسک چڑھا رکھا تھا۔

"میں آخری دفعہ پوچھ رہی ہوں۔کون ہو تم ؟میں تمہاری موجودگی پہلے بھی یہاں محسوس کر چکی ہوں اور آج میں خصوصی طور پہ تمہارے لیے ہی رکی تھی۔اس لیے سچ سچ بتاؤ کون ہو تم

www.novelsclubb.com

اگر جھوٹ بولنے کی کوشش کی تو خدا کی قسم دو منٹ نہیں لگے گا مجھے تمہیں یہاں زندہ دفن کرنے میں۔" وہ غرا کر بولی۔پہلے جو تھوڑا خوف محسوس ہو رہا تھا۔اب وہ بھی زائل ہو گیا تھا۔

"میں نے کہا۔۔۔چپ رہو۔۔۔مدیحہ فاروق۔"اس نے ایک ایک لفظ رک رک ادا کیا۔مدیحہ جوں ہی پیچھے مڑنے لگی۔اسے اپنی کمر پہ کچھ محسوس ہوا۔ریوالور کی ٹھنڈی نال۔مدیحہ کا دل لمحے بھر کے لیے رکا۔

"ہاتھ میں پکڑے واس سے تم مجھے صرف زخمی کر سکتی ہو۔میرے ہاتھ میں جو موجود ہے اگر میں نے اس کا استعمال کیا تو زندہ یا مردہ لیکن دفن تم ضرور ہو جاؤ گی۔" مدیحہ اس کی بات پر نہیں بس آواز پہ فوکس کر رہی تھی۔وہ دوسرے انداز میں بولنے کی کوشش کر رہا تھا۔یعنی وہ جو کوئی بھی تھا مدیحہ اسے جانتی تھی۔اور وہ نہیں چاہتا تھا کہ اسے پہچان لیا جائے۔

"آگے چلو۔" مدیحہ نے آگے قدم بڑھایا۔اس نے ریوالور اس کی کمر سے لگا رکھا تھا۔اندھیرے کے باعث اسے چلنے میں دشواری ہو رہی تھی۔مگر اس کے پیچھے چلنے والا انسان بہت سکون سے قدم اٹھا رہا تھا۔یعنی اسے راستوں کا علم تھا۔کیا وہ فرحان تھا؟لیکن فرحان دراز قد نہیں۔اس نے جسے بھاگتے ہوئے دیکھا تھا وہ ٹھیک ٹھاک قسم کا اونچا مرد تھا۔

www.novelsclubb.com

"تم کون ہو؟" اس نے دوبارہ پوچھا۔اس نے مدیحہ کے ہاتھ سے واس چھین کر زمین پر دے مارا۔

"تمہیں ایک بار کی بات سمجھ نہیں آتی۔میں نے کہا چپ رہو۔" اس نے اس کے کمر پہ دباؤ بڑھایا۔

"اور میں تمہاری بات کیوں مانوں گی؟ میں اپنے سوا کسی کے باپ کی نہیں سنتی۔" وہ اسے باتوں میں الجھا رہی تھی۔

"فی الحال کے لیے تم مجھے اپنا باپ سمجھ کر بات مان سکتی ہو۔ورنہ میں مجبور ہو جاؤں گا یہ ساری گولی تمہارے جسم میں اتارنے پر۔" اس نے ریوالور اس کی گردن پر رکھی۔ایک دروازے کے پاس کھڑے ہو کر اس نے مدیحہ کو اندر دھکیلنا چاہا جب بالکل اچانک ہی مدیحہ نے اس کی کہنی پکڑ کر اس کا ریوالور والا ہاتھ موڑا اور سینے پہ ایک لات ماری۔وہ لڑکھڑا کر دور ہوا۔ریوالور دور جا گرا۔وہ محتاط نہیں تھا۔وہ مدیحہ پہ وار نہیں کرنا چاہتا تھا۔اگر کرنا چاہتا تو الرٹ رہتا۔یہاں ایک کھڑکی تھی جس کے باہر سے مدھم روشنی اندر داخل ہو رہی تھی۔مدیحہ نے لپک کر ریوالور اٹھالی۔اس کا توازن ٹھیک نہیں تھا۔یعنی وہ مار دھاڑ والا بھی بندہ نہیں تھا۔

www.novelsclubb.com

"میں نے کہا تھا میں کسی کے باپ کی نہیں سنتی۔" وہ اس پہ ریوالور تانے ہوئے تھی۔ روشنی صرف اس کے گھٹنوں تک ہی جا رہی تھی۔ مگر اس سے بھی اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ دراز قد ہے۔ اس نے کالی جینز پہ بھورے بوٹس پہن رکھے تھے۔

"کون ہو تم؟ نام بتاؤ اپنا ورنہ میں تمہیں شوٹ کر دوں گی۔" وہ ایک سیکنڈ کے لیے رکا پھر اندھا دھند بھاگا۔ مدیحہ اس کے پیچھے دوڑی۔ وہ لفٹ کے بجائے سیڑھیوں کی طرف گیا۔ اندھیرا ہر طرف تھا۔ اس پوری بلڈنگ کی ہی بتی گل کی گئی تھی۔ وہ کافی تیز بھاگ رہا تھا۔ مدیحہ کی سانس اکھڑنے لگی۔ اونچی ہیلز کے باعث اس سے تیز نہیں چلا جا رہا تھا۔ وہ اس کی نظروں سے اوجھل ہو گیا تھا شاید یا پھر یہیں کہیں موجود تھا۔ وہ فیصلہ نہیں کر سکی۔

ابھی وہ سیڑھیوں پر ہی تھی کہ ہر طرف لائیٹیں جل اٹھی۔ مدیحہ نے دیکھا ہر طرف سناٹا تھا۔

وہ بھاگ کر پارکنگ میں گئی۔ اسے سڑک پہ کوئی دوڑتا ہوا نظر آیا۔ مدیحہ اس کے پیچھے بھاگی۔ مگر وہ اس کی نظروں سے دور چلا گیا۔ مدیحہ کو سمجھ نہیں آیا کہ وہ کس سمت گیا ہے۔ وہ آگے بھی گیا یا کہیں رک گیا؟ اس نے کچھ سوچ کر بالکل سیدھ میں بھاگنا شروع کیا جب اچانک اس کا پاؤں مڑا۔ اس سے پہلے وہ گرتی کسی نے اس کا بازو دبوچ کر اسے گرنے سے روکا۔

www.novelsclubb.com

"مدیحہ کیا ہوا؟" وہ کبیر مراد تھا۔ رات کے اس پہر وہ اسے ہاتھ میں ریوالور لیے بھاگتا ہوا دیکھ کر حیران ہوا۔ مدیحہ گہرے سانس لے رہی تھی۔

"وہاں کسی کو جاتے ہوئے دیکھا؟" اس نے اکھڑتی سانسوں کے درمیان پوچھا۔

"نہیں آپ پلیز یہاں آئیں۔" وہ اسے اپنے ساتھ لیے گاڑی تک آیا۔ اس کی گاڑی تھوڑی دوری پر تھی۔ وہ اسے دیکھ کر یہاں بھاگتا ہوا آیا تھا۔ کبیر نے پانی کی بوتل اسے دی تو اس نے غٹا غٹ پانی پیا۔

"اب بتائیں کیا ہوا؟" جس جگہ وہ کھڑے تھے وہاں بہت سناٹا تھا۔ دور کہیں سے ٹریفک کا شور آ رہا تھا۔ اس کے علاوہ وہاں بالکل خاموشی تھی۔ سڑک پہ کھڑی کبیر مراد کی گاڑی جس کے بونٹ پہ بیٹھی مدیحہ فاروق پانی پی رہی تھی۔ اور وہ نیلی شرٹ اور سیاہ جینز میں ملبوس فرصت سے اسے دیکھ رہا تھا۔

جس کے شفاف چہرے پر چاندنی پھیلی ہوئی تھی۔ مدیحہ یا تو واقعی بہت خوبصورت تھی یا پھر اس وقت اسے بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔ سیاہ گہری آنکھیں خود میں ہزاروں راز، تکلیف، چوٹیں چھپائے ڈری ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔ ڈھیلی پونی سے لٹکتی لٹیں اس کے چہرے کے

www.novelsclubb.com

اطراف میں پھیلی ہوئی تھی۔اس کے نرم خوبصورت گالوں پہ پھسلتی چاندنی کبیر کو بہت بری لگی۔پتہ نہیں کیوں!

اس نے آنکھوں ہی آنکھوں میں چاند سے شکوہ کیا۔وہ گردن اٹھائے یوں دیکھ رہا تھا جیسے منت کر رہا ہو کہ چاندنی کو اس کے وجود سے دور کر دیا جائے۔اس کے شکوہ کرنے پر ستارے ادب سے رخ پھیر گئے۔مگر چاندنی ویسے ہی پھسلتی اور گرتی رہی مدیحہ فاروق کے وجود پر۔۔۔۔ڈھیٹ!

"کبیر کیا ہے۔میں تم سے کیا کہہ رہی ہوں اور تم خدا جانے کہاں کھوئے ہوئے ہو۔" وہ اس کی کہنی ہلا کر بولی تو جیسے وہ ہوش میں آیا۔

"معزرت کیا کہہ رہی تھیں آپ؟" اس نے زیر لب مسکرا کر بالوں میں ہاتھ پھیرا۔مدیحہ نے مشکوک نظروں سے اسے دیکھا۔

"میری آفس میں کوئی گھس آیا تھا۔معلوم نہیں کون تھا۔کوئی مرد تھا۔میں اکیلی ہی تھی وہاں۔مجھے اس ریوالور سے دھمکانے لگا۔میں نہیں جانتی وہ کس ارادے سے آیا تھا۔" اس نے ریوالور دکھاتے ہوئے بتایا۔کبیر بس حیرت سے اس کی جرات دیکھ رہا تھا۔واللہ ایسی لڑکی اس نے کہیں نہیں دیکھی تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"آپ اکیلی تھیں وہاں؟"

"نہیں تو میں کب سے اور کیا کہہ رہی ہوں؟" اس کا دماغ خراب ہوا۔

"آپ کو کچھ ہو جاتا تو؟"

"تو؟" کبیر چند لمحے اسے دیکھتا رہا۔ وہ بھی اپنا جواب مانگ رہی تھی۔ کبیر نے گہری سانس لے کر نفی میں سر ہلا دیا۔

"میرے ساتھ آئیں۔" وہ اسے لیے مدیحہ کے آفس گیا۔ وہ ہر چیز کو اچھی طرح چیک کر رہے تھے۔ بظاہر تو کچھ بھی غیر معمولی نہیں نظر آیا۔ مدیحہ دراز کھول کر چیزیں دیکھ رہی تھی۔ جیسا وہ چھوڑ کر گئی تھی۔ سب ویسا ہی رکھا تھا۔

"کچھ ملا؟" اس نے پوچھا۔ کبیر نے نفی میں سر ہلایا۔

www.novelsclubb.com

"نہیں ملا کچھ۔ آپ کو پہلے محسوس ہوا تھا کہ باہر کوئی بھاگ رہا ہے۔ پھر لائیٹس بند ہوئی تھی؟"

"ہاں۔"

"پھر اس طرح تو سی سی ٹی وی میں کچھ تو ملنا ہی چاہیے۔ آئیں دیکھتے ہیں۔" مدیحہ کو اس کی بات پسند آئی۔

"یار کیا بکواس ہے یہ!" وہ جھنجھلا کر بولا۔ اس پورے مہینے کا ڈیٹا غائب تھا۔ مدیحہ کرسی پہ گرنے کے انداز میں بیٹھی۔

"جب وہ کچھ لینے نہیں آیا۔ نہ اس نے مجھے نقصان پہنچانے کی کوشش کی تو وہ یہاں کیا کر رہا تھا؟"

"اس نے آپ کو نقصان نہیں پہنچایا؟ واقعی؟ وہ آپ کو گولی بھی مار سکتا تھا۔" کبیر نے اس کی عقل پہ جیسے ماتم کیا۔

"اسے نقصان پہنچانا ہوتا تو وہ مجھے جوابا مارتا، وہ اچھا خاصہ لمبا چوڑا مرد تھا۔ میں کتنی دیر اسے روک سکتی تھی؟ اس کے دو چار تھپڑوں اور مکوں کے بعد میں زمین پہ گری ملتی۔ وہ مجھے مارنا چاہتا تو مار سکتا تھا۔ نقصان پہنچانے کی نیت کرتا تو پہنچا سکتا تھا۔ کون روکتا اسے؟ مگر وہ وہاں سے بھاگ نکلا۔ یعنی اس وقت اس کا کام ہو چکا تھا۔ وہ واپس ہی جا رہا تھا کہ اسے میں مل گئی۔ پھر یہ سب ہوا۔ لیکن وہ یہاں سے کچھ لے کر نہیں گیا نہ اس نے کچھ رکھا کہیں بھی تو وہ آیا کیوں تھا؟" کبیر نے اسکرین سے نظر ہٹا کر اسے دیکھا۔

"آپ جانتی تھیں کہ آپ اس کا مقابلہ نہیں کر سکتیں پھر بھی آپ ڈھیٹ بنی رہیں آپ کو ڈر نہیں لگا؟"

www.novelsclubb.com

"کبھی کبھی مجھے خود بھی حیرانی ہوتی ہے کہ آخر مجھے ڈر کیوں نہیں محسوس ہوتا۔ مجھے لوگ اب ڈراتے نہیں ہیں یا شاید میں ڈر سے زیادہ بڑی ڈھیٹ ہوں۔ مدیحہ فاروق ڈر خوف جیسی چیزوں سے آگے نکل چکی ہے۔" وہ شانے اچکا کر بولی۔ وہ اوپر سے جتنی ریلیکس تھی اندر سے اتنی ہی زیادہ خوف زدہ۔ مگر وہ یہ بات کبیر مراد کے سامنے کیوں ظاہر کرے؟ کبیر اس کے ہاتھوں کی لرزش دیکھ رہا تھا۔ نگاہیں اٹھ کر اس کے چہرے پہ گئیں پھر وہیں ٹھہر گئیں۔ کبیر مراد اسے دیکھتا رہا۔ مدیحہ نے کنفیوژ ہو کر نگاہوں کا رخ بدل دیا مگر وہ اسے ہی دیکھتا رہا۔

"آپ نے کبھی یہاں اس آفس میں کچھ بہت ضروری رکھا تھا؟ جواب نہیں ہے آپ کے پاس؟ سوچ کر بتائیں۔" مدیحہ نے حیرانی سے اسے دیکھا پھر سوچنے لگی۔ بظاہر کچھ تو ایسا نہیں تھا مگر!

"میں نے چند دن پہلے ایک یو ایس بی یہاں رکھی تھی۔ فصیح کے کیس سے متعلقہ یو ایس بی تھی۔ اس کے علاوہ کچھ بھی ضروری اور غیر ضروری نہیں تھا یہاں۔ اگلے دن مجھے یو ایس بی اپنی جگہ سے ہٹ کر دوسرے دراز میں ملی۔ وہ آج بھی میرے پاس ہے۔ اس کے ساتھ کوئی چھیڑ چھاڑ نہیں کی گئی ہے۔" وہ یاد کر کے بتانے لگی۔ کبیر نے گہری سانس لی۔

"وہ یہاں سے کچھ لینے نہیں آیا تھا۔ وہ یہاں پہلے کسی وجہ سے آ چکا ہے۔ جس کا ثبوت وہ آج مٹانے آیا تھا۔ اس سے پہلے وہ کیمرے کی نگاہ میں آ چکا تھا آج وہی ڈیٹا مٹانے کے لیے آیا

ہو گا۔اب آپ کے پاس کوئی ریکارڈ نہیں ہے۔ جس جگہ پہ وہ آپ کو ملا۔اس جگہ کیمرے نہیں لگے۔ مدیحہ عین ممکن ہے کہ وہ یو ایس بی کو چیک کرنے آیا ہو۔اس میں ایسا کیا تھا؟"

کبیر ایک ایک لڑی ملا رہا تھا۔ مدیحہ کو اس کی بات میں سینس نظر آیا۔

"ڈاکٹرز کی ڈی ٹیل۔اس کے سوا کچھ نہیں تھا۔"اب واقعتاً وہ پریشان ہوئی۔وہ آخر تھا کون؟

کبیر ہاتھ جھاڑ کر اٹھ گیا۔وہ ہر دو منٹ بعد چھینک رہا تھا۔اس کی آنکھیں اور ناک بہت سرخ تھیں۔

"آپ کے چچا کا بھی ہاتھ ہو سکتا ہے اس میں۔اب میں زیادہ گہرائی میں تو نہیں مگر تھوڑا بہت تو جانتا ہی ہوں۔ کتنی محبت ہے آپ کے درمیان ماشاءاللہ سب نظر آ جاتا ہے۔" مدیحہ نے کوفت سے ایک گہری سانس لی۔

"نہ یہاں سے کچھ اٹھایا گیا نہ رکھا گیا تو تم اتنے کانفیڈینٹ کیسے ہو کہ یہ انہی لوگوں کا کام ہے؟" آنکھیں چھوٹی کیے وہ کسی اسٹار پلس کے جاسوس کے انداز میں اسے گھورنے لگی۔ کبیر نے توبہ توبہ کہہ کر کانوں کو ہاتھ لگایا۔

"میں نے ایک بات کیا کہہ دی بی بی آپ تو سر پہ چڑھنے لگیں۔ چلیں آپ کو ڈراپ کر دوں۔"

www.novelsclubb.com

وہ انکار کرنا چاہتی تھی لیکن اس وقت وہ بہت خوف زدہ تھی۔اوپر سے وہ چاہے جتنی بے خوفی کا مظاہرہ کرلیتی مگر آج مدیحہ فاروق کو خوف محسوس ہوا تھا بہت سالوں کے بعد۔کئی سال پرانی ایک سرد رات یاد آئی تھی۔وہ جو کوئی بھی تھا اس کا بہت قریبی تھا۔مدیحہ اپنے لوگوں کا اصل چہرہ پہچاننے میں مات کھا جاتی تھی۔یعنی ایک دفعہ پھر دھوکہ ؟اس دفعہ دھوکہ دینے والا کون تھا؟کوئی بہت اپنا؟کون ؟

گاڑی ڈرائیو کرتے کبیر نے مسکرا کر اسے دیکھا۔وہ چپ چاپ بیٹھی اپنے ہاتھوں کو دیکھ رہی تھی۔جن کی لرزش ویسی ہی تھی۔

'کتنی بیوقوف ہو مدیحہ۔'کبیر نے ایک نظر اسے دیکھا پھر اس کے ہاتھوں کو سر جھٹک کر وہ ڈرائیو میں مصروف ہو گیا۔اس سارے وقت میں اس کی نظر کبیر کے بھورے بوٹس پہ نہیں گئی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

یہ ایک بند کمرے کا منظر تھا جس کی ایک دیوار پر ڈھیر ساری کمپیوٹر سکرین نصب تھیں۔ان سکرینز کے سامنے پڑی چیئر پر جھولتا وہ وجود سکرین پر چلنے والے مناظر پر نظریں گاڑھے ہوئے تھا۔ہاتھوں میں کچھ صفحات پکڑے وہ مسلسل کرسی پہ جھول رہا تھا۔اندھیرے میں ڈوبے

کمرے کے باعث اندازہ لگانا مشکل تھا کہ وہ ایک عورت تھی یا کوئی مرد۔ہاں مگر اس کی باڈی موومنٹ سے اتنا اندازہ ضرور لگایا جاسکتا تھا مقابل کوئی نفسیاتی مریض ہے۔

سامنے اسکرینز پر چلتے مختلف مناظر کو دیکھ کر اس وجود کے لبوں پر محفوظ کن مسکراہٹ نے احاطہ کرلیا۔ان ڈھیر ساری اسکرینز پر صرف ایک چہرہ نظر آرہا تھا........ مدیحہ فاروق کا چہرہ!

اس پورے ایک ہفتے میں وہ کہاں گئی، کس سے ملی، اس نے کیا کیا۔اس کی تمام مصروفیات کو وہ بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔یہاں تک کہ ان میں سے ایک فوٹیج مدیحہ فاروق کے گھر کی بھی تھی۔

آخر ان اسکرین کے سامنے بیٹھا وہ شخص تھا کون؟ جس کی رسائی مدیحہ فاروق کے گھر تک تھی۔یہ واقعی ایک تشویشناک بات تھی۔

www.novelsclubb.com

وہ وجود جس شخص کو اتنے عرصے سے ڈھونڈ رہا تھا وہ ایک عورت نکلی تھی۔چیئر پر جھولتے اچانک ہی وہ وجود رکا اور پھر اس خاموشی میں ایک قہقہہ گونجا تھا۔اس کے قہقہے سے وہ وجود کوئی پاگل ہی معلوم ہو رہا تھا۔

"ایم فاروق۔ہر دفعہ تمہارے پیچھے جانے پر ایک یہی نام سامنے آتا تھا۔ہم جسے محمد فاروق سمجھ کر اتنے مہینوں سے ڈھونڈتے رہے وہ تو تم نکلی مدیحہ۔"اس نے اپنے ہاتھ میں پکڑی مدیحہ

فاروق کی تصویر کئی ٹکروں میں تقسیم کر کے فرش پر پھینکی اور پھر اسے اپنے بھاری بوٹ سے مسل دیا۔ وہی بھورے رنگ کے بوٹس۔ اس کے ہر انداز میں ایک ہزیانی پن محسوس کیا جا سکتا تھا۔

"اوہ مدیحہ تم کتنی بیوقوف ہو۔ یہ تم نے اپنے لیے کیا چن لیا؟ چچ۔" اس نے اسکرین پہ ابھرتے مدیحہ کے چہرے پہ دو انگلیاں پھیریں پھر ایک قہقہہ لگایا۔

اسکرین پر میٹرو اسٹیشن کا وہ منظر آ رہا تھا جہاں مدیحہ فاروق کسی سوٹڈ بوٹڈ آدمی سے سوٹ کیس لے رہی تھی۔ یہ وہ جگہ تھی جہاں نہ کوئی کیمرہ نصب کیا گیا تھا اور نہ ہی کسی نے مدیحہ فاروق کو وہ سوٹ کیس پکڑتے ہوئے دیکھا تھا۔ جس وجود نے اتنی خفیہ ملاقات کی ریکارڈنگ حاصل کر لی تھی یقیناً وہ حد سے زیادہ خطرناک تھا۔

"تم کتنی بیوقوف ہو مدیحہ۔" اب کہ اس کے لہجے سے نفرت، جنونیت اور دیوانگی محسوس کی جا سکتی تھی۔

یہ آخری جملہ تھا جو اس خاموشی میں گونجا تھا۔ اب وہاں دوبارہ خاموشی کا راج تھا........ قبرستان جیسی گہری خاموشی!

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

جاری ہے۔

(باقی آئندہ ماہ انشاءاللہ)

www.novelsclubb.com

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک، انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP: